SERMONS-VOL.II

# گلدستۂ وعظ

## حصّۂ دوم

یہ مواعظ مختلف اوقات میں رسالۂ مسیحی امرتسر میں
شائع ہوتے رہے اور اب مسیحی منادوں اور جماعتوں کے
فائدہ کے لئے کتاب کی صورت میں شائع کئے جاتے ہیں

---

پنجاب رلیجس بُک سوسائٹی

انار کلی۔ لاہور

سنہ ۱۹۰۷ء



قیمت ۸/

P.R. B. S., LAHORE.

...ل ۱۰۰۰

# اظہارِ تشکر۔

خُداوند یسوع نے فرمایا؛ پس تم جا کر سب قوموں کو میرے شاگرد بناؤ اور اُن کو باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اور اُنکو یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تُم کو حکم دیا اور دیکھو میں دُنیا کے آخر تک تمہارے ساتھ ہوں۔متی 12-28:11۔

خُداوند نے آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل فرمایا: لیکن جب رُوح القدس تُم پر نازل ہو گا تو تُم قوت پاؤ گے اور یروشلیم اور تمام یہودیہ اور سامریہ میں بلکہ زمین کی انتہا تک میرے گواہ ہو گے۔اعمال 1:8

انجیل کی خوشخبری کی تبلیغ بین الاقوامی سطح پر عید پنتیکست کے دن سے ہی جاری وساری ہے۔اُس روز یروشلیم میں سولہ اقوام کے لوگوں نے اپنی اپنی مادری زبان میں خُداوند یسوع مسیح کے نجات دہندہ ہونے کا پیغام سُنا (اعمال 2:1-13ا)اور اپنے اپنے وطن میں خُدا کے عجیب اور بڑے کاموں کے گواہ ہوئے۔ ثالوث اقدس نے مسیحیت کی بشارت اور اشاعت کے لیے ایماندار مقدسین کو رسالتی ،نبوتی ، بشارتی،پاسبانی اور تعلیمی نعمتوں کے ساتھ حکمت کے کلام،علمیت،ایمان،شفاء،معجزوں،اور رُوحوں کے امتیاز ،غیر زبانوں اور زبانوں کے ترجمہ کی نعمتوں سے نوازا۔(1۔کرنتھیوں 12باب )

یروشلیم سے دُنیا میں بارہ شخص رُوح القدس کی قوت اور معموری میں نکلے اور انہوں نے روئے زمین کی ہر قوم میں انجیل کی منادی کی۔ان بارہ کے علاوہ ہر شہر ہر مُلک سے ایمان لانے والے مرد و خواتین اُن کے ساتھ خدمت گذاری اور انجیل کی بشارت میں شامل ہوتے رہے اور آج بھی شامل ہو رہے ہیں۔ حکمت کے کلام،علمیت اور زبانوں کے ترجمہ کی نعمتیں رکھنے والے خُدا کے لوگوں نے روح القدس کی تحریک میں کلام خُدا کو ضابطہ تحریر میں محفوظ کیا جو انجیل مقدس یعنی نئے عہدنامہ کی صورت میں عالمگیر کلیسیا کے لیے کلام خدا اور روحانی غذا ہے۔بفضل خدا ہر دور میں ہر ملک میں اپنی مادری زبان میں رسالتی ،بشارتی اور خدمت گذاری کا کام وعظوں اور تحریروں کی صورت میں جاری وساری ہے۔ برصغیر پاک وہند میں گذشتہ صدی میں بڑے نامور،معروف ومُعتبر اور عظیم واعظین،مبلغین، مفسرین

اور مصنفین گذرے ہیں جو اب خُداوند کے ابدی آرام میں داخل ہو چکے ہیں۔لیکن انکی تصنیفات کے خزانے مختلف کُتب، جرائد اور رسالوں میں محفوظ ہیں۔جن کے وسیلہ سے ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ خُداوند یسوع مسیح پر ایمان لا کر خُداوند کی کلیسیا میں شامل ہوئے۔لیکن مقام صد افسوس ہے کہ یہ کتب، وعظ اور مضامین آج کے دُور میں نایاب ہیں۔

ادارہ کی یہ دیرینہ خواہش ہے کہ نایاب کُتب، مضامین اور وعظوں کو مختلف ذرائع سے حاصل کر کے دوبارہ ان کی اشاعت ممکن بنائی جائے۔بہت سے مخلص دوستوں، عزیزوں اور اداروں کے تعاون سے ہم یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ہم کامیابی کی سمت گامزن ہیں۔ آپ کو تقطیعی (سکین شدہ) کتابچے تو پہلے ہی مل رہے ہیں۔ہم خُداوند کے شکر گذار ہیں کہ اب ہمارے پاس انمول اور نایاب وعظوں، مضامین اور کُتب پر مبنی وافر مواد جمع ہے۔ہم مختلف مضامین پر مبنی مختلف علما اور خدام کی تصنیفات کو تقطیعی عمل یعنی (scanning) کے طریقہ کار کے ذریعے کتابی صورت میں آپ کے گھر تک پہنچا سکتے ہیں۔بے شک ہماری یہ کاوش محدود سطح پر ہو گی لیکن قارئین کے تعاون اور دُعاؤں سے اس میں مزید توسیع اور جدت آئے گی۔

جلد ہم مختلف نامور واعظین اور مصنفین کے مضامین پر مبنی ایک کتاب "گلدستہ کرسمس" آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔جس میں صرف بڑے دن سے متعلقہ مضامین کا مجموعہ ہو گا۔مستقبل قریب میں ہم بہت سی قیمتی اور نایاب کتب آپ تک پہنچانے کی سعی جاری رکھیں گے۔آپ کے تعاون اور دُعاؤں کے لئے ہم دلی طور پر شکر گذار اور ممنون ہیں۔

خیر اندیش دُعا گو:۔(پادری) مائیکل جوزف 0060-18360316

خصوصی معاونین: بزرگ (پادری) وکٹر بی۔ڈین صاحب۔

محترم جوئے جیکب۔(Joy Jacb)

محترمہ مسز سنیلا صاحبہ۔ محترمہ مس پنکی نزان صاحبہ۔

# گلدستۂ وعظ

## حصّہ دوم

### کرسمس ڈے

ہمیشہ خوش رہو۔ یہ ایک عجیب تعلیم ہے۔ کس طرح ممکن ہے کہ بنی آدم ہمیشہ خوش رہیں۔ ہمیشہ چھوڑ چند روز یا چند ساعتوں کے لئے خوش رہنا مشکل ہے۔ کیا جبکہ ہر شخص کے لئے موت کا تاریک سایہ منتظر بیٹھا ہے دُنیا میں کسی حقیقی خوشی کا ہونا ممکن ہے۔ کیا جبکہ ہمارے ہر قول و فعل میں گناہ کی سیاہی اپنی آمیزش نمایاں کرتی ہے۔ ہم کبھی خوشی و تسلّی سے رہ سکتے ہیں کیا جب ہم کو معلوم ہے کہ ہر گھڑی کے ساتھ جو گذرتی ہے ہمارا جسم زیادہ بوسیدہ ہوتا جاتا ہے اور تباہی کی طرف ترقّی بلکہ تنزل کرتا ہے۔ ہم خوشی کو اپنے دل میں جگہ دے سکتے ہیں۔ لیکن باوجود ان تمام امُور کے رسُول کہتا ہے۔ خوش رہو۔ ہمیشہ خوش رہو۔ تکلیفوں۔ کمزوریوں اور گناہوں کے تجربہ کو وہ بخوبی حاصل کر چکا تھا۔ وہ اپنے جسم کو باندھ کر گھسیٹے پھرتا تھا۔ یہودی ہر وقت اس کی جان کی گھات میں لگے رہتے تھے۔ وہ مسیح کے ساتھ ہر وقت مرتا تھا۔ لیکن وہ خوش تھا اور اپنے شاگردوں کو حکم کرتا ہے کہ ہر وقت خوش رہو ۔

خدا نے بنی آدم کو خوش رہنے کے لئے پیدا کیا۔ اور اُن کی خوشی ترقی میں تھی۔ لیکن بجائے ترقی کے بنی آدم نے تنزّل اختیار کیا اور اپنے آپ کو رنج و غم کے گڑھے میں پھینکا۔ نوعِ انسانی کا بڑا حصّہ اپنی شقاوت سے خدا اور خوشی کے قوانین کو بھول گیا۔ لیکن خدا کا ارادہ اور مقصد فوت نہیں ہُوا۔ اس نے ایک خاندان یعنی بنی ابراہیم کو چُنا اور اس خاندان کی ایک شاخ میں جو تابعدار رہی ایک کامل آدمی کو پیدا کیا۔ جس کی انسانیت نہ فقط انسانیت کے کمال کا نمونہ تھی بلکہ اس میں الوہیّت بھی اپنا جلوہ صاف صاف دکھاتی تھی۔ کرسمس ڈے اسی عجیب انسان کا مانا ہُوا روزِ تولّد ہے اور مسیحی اقوام اس روز خوشی کرتی ہیں اور ان کی خوشی بجا ہے۔ اس روز ایک نیا آدم پیدا ہُوا۔ اس روز خدا نے انسانی فطرت کو محض اپنے کرم و محبت کے باعث الوہیّت کے ساتھ منسلک کیا۔ اس روز دُنیا کی تاریکی میں آفتاب صداقت نے طلوع شروع کیا۔ اس روز ظاہر ہونا شروع ہُوا کہ گری ہوئی انسانیت کن کن بزرگیوں اور اعلےٰ درجوں کے لائق اور قابل ہے۔ بیشک مسیح کا روزِ تولّد ایک بڑی خوشی کا دن ہے۔

خداوند کے لوگوں کو ہر وقت خوش رہنے کا حکم ہے۔ خوشی کسی خاص دن سے تعلق نہیں رکھتی مسیح نے ہر روز اور ہر زمانہ کو مُقدّس کیا ہے اور اپنی پاک ذات کا نورانی سایہ اُس پر ڈالا ہے لیکن انسانی فطرت محدود ہے اور غیر محدود اُمور کو اپنے لئے محدود کر لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خاص خاص اُمور کے لئے جو بذاتِ خود عام ہیں خاص خاص دن مُقرّر کئے جاتے ہیں۔ پس کرسمس ڈے کا مُقرّر ہونا اور مسیحیوں کا اس روز اپنے خداوند کی پیدائش کے لئے خوش و مسرور ہونا عین مناسب و عمدہ ہے۔

جن لوگوں نے مسیحی ممالک کی سیر کی ہے اور جنہوں نے ان کے بیانات

کو پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ کرسمس ڈے یعنی عید تولد اُن ممالک میں کیسا
مبارک دن ہوتا ہے۔ غمگین اور غم خوردہ اشخاص اوروں کی خوشی
وبشاشت کو دیکھ کر گرم وزندہ ہو جاتے ہیں۔ دُور دُور سے رشتہ دار اور
خاندانوں کے مختلف شدہ اجزا اکٹھا جمع ہوتے ہیں۔ مکانات اور گرجا
عجیب خوبصورتی کے ساتھ سجائے جاتے ہیں۔ گھنٹوں کی شیریں آواز
شخص کے دل کو ایک حالت تموج میں ڈالتی ہے۔ انعام اکرام اور تحفہ
ہاں مسیح کو۔ کا دیا بٹنے لگتا ہے غریبوں کے لئے بھی خوشی کے سامان مہیا
جب تے ہیں۔ ایک عجیب آزادی اور مسرت دیکھنے میں آتی ہے جسمانی
کے سوا و
مخصوص نا جو خدا نے مسیحی اقوام کو بڑی فیاضی کے ساتھ دیا ہے اور جس پر جس
ہے یہ بڑی برکت زیادہ کی ہے کہ اُس نے مسیحی مرد عورتوں کو باہم میل
ملاقات کی کامل آزادگی بخشی ہے اور ان کو پردہ کی قید اور لعنت سے رہا کیا
ہے۔ اپنا نورانی جلوہ ہر جگہ دکھاتا ہے۔

ہم خیال کر سکتے ہیں کہ جب مسیحی کلیسیا اس ملک میں ترقی کریگی تو سوسائٹی
کا حال کیسا تبدیل ہوگا۔ عیدیں تہوار اور دیگر اقسام کی خوشیاں تو اب بھی
ملک میں ضرورت سے کہیں زیادہ ہیں۔ لیکن مسیحی خوشیوں اور عیدوں کی
اور ہی کیفیت اور رونق ہے۔ مسیحی خوشی اور غیر مسیحی اقوام کی خوشی میں
وہی فرق ہے جو فرزندوں اور غلاموں کی خوشی میں ہوتا ہے۔ کرسمس
ڈے کے روز خدا نے بنی آدم پر اپنی حقیقی ابوّیت ثابت کی۔ اُس نے اس
روز اپنے بیٹے کو دنیا میں بھیجا تاکہ نافرمانبردار نوع انسانی کو اپنی اصلی
آسمانی باپ کی چھت تلے فراہم کرے۔ اسلئے مسیحی مرد اور عورتیں لڑکے
اور لڑکیاں بے روک ٹوک بغیر بیہودہ شرم وقید کے کمال آزادی کے
ساتھ اپنے آسمانی باپ کو کرسمس ڈے کے روز یاد کر کے اس کا شکر ادا
کرتے اور خوش الحان گیتوں میں اُس کی حمد وثنا گاتے ہیں۔

# راستباز اور دیندار شمعون
# کا
# کرسمس

پورب میں مجوسیوں نے تارا دیکھا چرواہوں نے نور کا نظارہ کیا ۔ دن
شمعون کی آنکھوں نے نجات رب کی دیکھی اور انّا نے اُمّت کا سہارا بھی بلکہ عیسیٰ

دیکھو یروشلم میں شمعون نام ایک شخص تھا جو راستباز اور دیندار اور اسرائیل کی تسلی کی راہ دیکھتا تھا۔ اور روح قدس اُس پر تھی۔ اور اُس کو روح قدس سے خبر دی تھی کہ جب تک خداوند کے مسیح کو نہ دیکھ لے موت کو نہ دیکھیگا۔ اور وہ روح کی ہدایت سے ہیکل میں آیا۔ اور جس وقت ماں باپ اُس لڑکے کو اندر لاتے تھے تاکہ اُس کے لئے شرع کے دستور پر عمل کریں۔ اُس نے اُسے اپنے ہاتھوں پر اُٹھا لیا۔ اور خدا کی تعریف کر کے کہا۔ کہ اے خداوند اب تو اپنے بندے کو اپنے کلام کے موافق سلامتی سے رخصت دیتا ہے کیونکہ میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھی جو تُو نے سب لوگوں کے آگے تیار کی ہے۔ قوموں کو روشن کرنے کے لئے ایک نور۔ اور اپنے لوگ اسرائیل کے لئے جلال۔ وغیرہ۔ لوقا ۲ : ۲۵-۳۲ +

کرسمس یعنی مسیح کا دن۔ مسیحی جماعت یہ خیال کر کے کہ مسیح اس دن پیدا ہوا اس دن کو مدّتوں سے مانتی چلی آئی ہے۔ اب اگر ہماری خوشی کے اظہارات میں سچی شکرگذاری ملی ہوئی ہے۔ اگر ہم خدا کی محبت کو یاد کر کے جس کے سبب سے اُس نے اپنے بیٹے کو اس دُنیا میں بھیجا اس کی تعریف کرتے ہیں تو یہ دن ہمارے لئے مبارک دن ہے۔ لیکن اگر ہم اس دن کو اپنی نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کا موقعہ تصوّر کرتے ہیں تو اس کے ماننے سے ہمیں کچھ فائدہ نہیں۔ آج ہم اپنے احباب کے سامنے شمعون کو لاتے ہیں تاکہ

ہم دیکھیں کہ اس نے اپنا پہلا کرسمس کس طرح مانا۔ اُس نے مسیح کو کس طرح قبول کیا اور کیا اثر اُس پہ ہُوا۔ خداوند اس مضمون کو ایسی برکت عطا کرے ایسی تاثیر اس میں بھرے۔ کہ پڑھنے والا شمعون کے ساتھ اپنے تئیں ہیکل میں پائے۔ اور جس طرح اُس نے اپنے ہاتھ بڑھا کر مسیح کو اپنی گود میں اُٹھایا اُسی طرح وہ بھی اُسے قبول کرے۔ تاکہ یہ کرسمس ایک نیا کرسمس ہاں مسیح کو نئے طور پہ قبول کرنے کا دن اُس کی زندگی میں ہو +

جب مریم اپنے بچے کو ہیکل میں اس غرض سے لائی کہ موسےٰ کی شریعت کے موافق اپنے پاک ہونے کی رسم کو پُورا اور اپنے پلوٹھے کو خداوند کے لئے مخصوص کرے۔ اُس وقت ہیکل میں ہر قسم اور ہر درجہ کے لوگ موجود تھے سردار کاہن اپنی کہانت کے فرائض ادا کر رہا تھا۔ لاوی اور دیگر کاہن ہیکل کی باقی خدمات کو انجام دے رہے تھے۔ فقیہوں کے سامنے شریعت اور نبوّت کی کتابیں کھلی تھیں اور وہ اُن کی شرح اور تفسیر میں لگے ہوئے تھے۔ صراف اپنے روپے پیسے کے گننے۔ اور کبوتر فروش اپنی کبوتر فروشی میں مصروف تھے۔ مگر ان میں سے کسی نے اس بچّہ کو جو مریم کی گود میں تھا نہ پہچانا۔ اگر سردار کاہن سے پوچھا جاتا کہ آپ کی قوم کی اُمّید کس بات پر مبنی ہے۔ تو وہ یک لخت یہ جواب دیتا۔ اُس پہ جو ملک صدق کی مانند سردار کاہن ہے۔ جس کی کہانت کا شروع اور آخر نہیں۔ جسکی کہانت کی علامت میری کہانت ہے اگر فقہا کی جماعت سے دریافت کیا جاتا کہ نبوت کا موضوع کیا ہے تو وہ فوراً یہ کہتے۔ وہ جو یہوداہ کا شیر ببر اور سلامتی کا شہزادہ کہلاتا ہے۔ ہاں وہ ہر روز اپنی قوم کے لوگوں کو مسیح موعود کے وعدے سُنا کر تسلی دیا کرتے تھے اور خوب جانتے تھے کہ وہ دن جلد آنے والا ہے جب ہیکل اُس کی حضوری کے جلال سے بھر جائیگی وہ اور اُن کے ساتھ اُن کی تمام قوم اُس دن کے دیکھنے کے مشتاق تھی۔ مگر جب وہ دن آیا۔ جب ہیکل کا مالک ہیکل میں تشریف لایا تب کسی نے اُسے

نہ پہچانا۔ اُس کے پیدا ہونے کا وقت۔ اُس وقت کے نشانات۔ اُس کے پیدا ہونے کا حال اور طریق۔ اس کی جائے ولادت۔ اُس کا کام اور اُس کے کام کے نتائج۔ سب کچھ اُن کو معلوم تھا۔ اور وہ خود اُس وقت اُن کے سامنے موجود۔ مگر وہ اُس کو پہچانتے نہیں۔ پیارے ناظر۔ اگر آپ انجیل جلیل کے واعظ ہیں تو آپ ان الفاظ کو غور و فکر بلکہ دُعا کے ساتھ پڑھیں اور ہماری یہ عرض قبول کریں کہ اگر اب تک یہ معمول نہیں ہُوا تو اسے اپنا معمول بنائیں اور اگر ہے تو اس عادت کو زیادہ ترقی دیں کہ انجیل کے جن عدہ اور جن برکتوں کی خبر آپ اوروں کو دیتے ہیں۔ جس الٰہی فضل کا مرہم آپ غمزدوں اور خستہ دلوں کے زخموں پر لگاتے ہیں اُسے پہلے اپنی گناہ خوردہ جان پر لگائیں۔ پہلے خود مسیح کے جلال کو دیکھنے کا ملکہ پیدا کریں اور پھر اُس کی خبر اوروں کو دیں کیونکہ یہ ممکن ہے کہ آدمی اوروں کو مسیح کے فضل اور محبت اور مسیحی زندگی کی برکات و محاسن کی خبر دے اور خود خالی ہاتھ بیٹھا رہے۔ آج ہاں آج اس کرسمس ڈے پر یسُوع آپ کے سامنے موجود ہے۔ کیا آپ نے اُسے پہچانا۔ دُنیاوی آنکھ اُسے نہیں دیکھ سکتی۔ رُوحانی آنکھ کی اور رُوح کے انجن کی ضرورت ہے ہیکل میں سینکڑوں آدمی موجود تھے۔ کسر تھی تو یہی تھی کہ رُوحانی بینائی سے بہرہ ور نہ تھے۔ اُن کی آنکھوں کے سامنے دُنیا اور جسم کا سماں بندھ رہا تھا۔ اگر اس بچّے کے سر پر جسے مریم اپنے گلے سے لگائے ہے تاجِ شاہانہ ہوتا اور کوئی ایسی ملکہ اُسے گود میں لئے ہوتی جس کے جلو میں ملک کے اُمرا و وزرا کی جماعت پیادہ پا صف باندھے ہیکل تک آتی تو افسرانِ ہیکل ضرور استقبال کو نکلتے اور اپنی کتابوں کی ورق گردانی کر کے اس بات کی تلاش میں لگتے کہ جس لڑکے کی خبر یشعیاہ نے دی ہے۔ اُس کے حالات اور خصوصیات کیا ہیں۔ کہیں یہی لڑکا وہ لڑکا نہ ہو۔ اور شہر کی گلی کوچوں کے کناروں پر خلقت کے اژدحام

نظر آتے - جوق جوق مرد اور عورت ہر لبِ بام پر دکھائی دیتے تاکہ اس موقع پر ملک اور ملکہ کے بیٹے کو ایک نظر دیکھیں - ہر سمت سے زر و سیم اس بچہ کے سر پر سے نچھاور کیا جاتا - لیکن مریم کی طرف جس میں اتنی توفیق نہیں کہ قربانی کے لئے ایک تبرہ تک خرید لائے کوئی نہیں دیکھتا - دنیا محض ظاہر پرست بلکہ ظاہرداری کی غلام ہے - لوگ صرف اپنے ظاہر کو سنوارنے کی کوشش کرتے اور دوسروں کے ظاہر پر فدا ہوتے - آہ! ہم جن برکتوں کے لئے اکثر تڑپتے ہیں بسا اوقات وہ ہمارے پاس بلکہ ہمارے ہاتھ کے نیچے ہوتیں مگر ہماری بینائی کی کمی - ہماری کور چشمی ہمیں اُن کے حصول سے محروم رکھتی - چونکہ وہ اُس لباس میں نظر نہیں آتیں جو ہمارے واہمہ نے انہیں پہنا رکھا ہے - ہم اُن کو پہچانتے نہیں اسلئے انہیں اپنے کام میں نہیں لاسکتے - وہ جو مذبح کی آگ کو روشن کر رہے تھے - وہ جو اُس وقت گویا اپنے گھٹنوں پر گر کر اپنی زبان سے یہ کہہ رہے تھے - اے خداوند جلد آ - جلد اپنی ہیکل کو اپنے جلال سے معمور کر - اُنہوں نے اُس کو نہیں پہچانا - صرف ایک آدمی (شمعون) اور ایک عورت (اَنّا) اس بے شمار جماعت میں ایسے نکلے جنہوں نے اُسے پہچانا - ہم اکثر دینداروں کے مسیحی تجربوں کا حال سُن کر دل میں تعجب کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ایسے تجربے کیوں نصیب نہیں ہوتے؟ ہم بھی تو مسیحی ہیں - یہ لوگ کون سے پر لگا کر آسمان پر جاتے ہیں جو ہم کو میسر نہیں؟ مسیحی زندگی کے اعلےٰ تجربوں کی کتاب ان کے لئے کھلی ہے مگر ہمارے لئے بند ہے - اس کا کیا بھید ہے؟ ہم اس سوال کا جواب شمعون کے احوال میں پاتے ہیں۔

(الف) اُس کی سوانح عمری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روح پاک سے بھرا ہوا تھا - جتنی روشنی خدا کا روح اُسے عطا کرتا تھا تو اُسے کمال فرمانبرداری کے ساتھ عمل میں لاتا تھا - دیکھئے پہلے اُسے یہ ہدایت ہوئی کہ اسرائیل کی تسلی کا سرچشمہ نمودار ہونے والا ہے - اُس نے

اس آگاہی کو ایمان سے قبول کیا۔ پھر اُسے یہ خبر ملی کہ اے شمعون جب تک تُو خداوند کے مسیح کو نہ دیکھے تُو موت کو نہ دیکھیگا۔ اُس نے اس بات کو بھی قبول کیا اور پھر جب اُس کو یہ حکم ہُوا کہ چلو وہ جو آنے والا تھا۔ اب ہیکل میں آیا ہُوا ہے اُس نے اس حکم کی بھی تعمیل کی اور جب اُس نے اُسے گود میں لیا تو مستقبل کے دروازے سے پردہ اُٹھایا گیا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے یسُوع مسیح کی سرگذشت کا خلاصہ اُس کی نجات کی عمومیت اور کمالیت کا نقشہ رکھا گیا اُس نے اس پر بھی وفاداری کے ساتھ شہادت دی۔ دیکھئے اُس کا عرفان کیونکر ایک منزل سے دوسری منزل تک بڑھتا گیا۔ اور اس ترقی کا راز یہ تھا کہ جتنی روشنی اُسے ہر منزل پر نصیب ہوتی تھی وہ اُسے ایمان سے قبول کرتا تھا اور دیانتداری سے کام میں لاتا تھا۔ اس کے صلہ میں رُوح قدس ایک نیا مکاشفہ اُس پر ظاہر فرماتا تھا۔ کلیسیاء نے رُوح کی بھر پُوری کی ضرورت کو آج کل خوب محسُوس کیا ہے اور ہم جابجا اور وقتاً فوقتاً اس مبارک اور نہایت لابد مضمون پر وعظ اور درس سُنتے ہیں بیشک ہر ایک مسیحی رُوح کی بھر پُوری کے بغیر جھنجھناتا جھانج ہے مگر یہ یاد رہے کہ اس معموری کو حاصل کرنے کا پہلا قدم یہ ہے کہ ہم اس فن میں طاق ہوں کہ کسی طرح رُوح کو رنجیدہ نہ کریں۔ یا یُوں کہیں کہ جو روشنی وہ مرحمت فرماتا ہے اُسے بجھا نہ دیں بلکہ اُسے عمل میں لائیں۔ سینکڑوں مثالیں آنکھوں کے سامنے ہیں جن میں ایک زمانہ وہ تھا کہ نورِ ہدایت کے چراغ روشن نظر آتے تھے اور جوش اور غیرت کی آگ کے شعلے سربلند تھے۔ یسُوع کے عشق اور محبت کا سودا سا معلوم ہوتا تھا۔ مگر افسوس! بعد میں ایسی طرز رہائش کی اختیار کی۔ اپنے پہلے علم اور عرفان پر ایسا پردہ ڈالا کہ اب وہاں آگ کے شعلوں کی بجائے خاکستر کے ڈھیر سے دھواں بھی اُٹھتا نظر نہیں آتا۔ پیارے بھائی پیاری بہن۔ آپ کا کیسا حال ہے؟ پیچھے لوٹ کر دیکھو کیا سال رواں پچھلے سال کی نسبت آپ کے لئے مسیحی مکاشفوں کی زیادتی اور ترقی کا سال

ہُوا ہے؟ یا اس میں پچھلے سال کی نسبت آسمانی روزنوں سے کم روشنی آئی
ہے؟ اگر یہ حال ہے تو کیا اس کا یہی سبب نہیں کہ وہ نور جو پہلے عطا ہُوا تھا
اس میں جیسا چلنا چاہئے تھا آپ نہیں چلے۔ اگر ہم شمعون کی طرح رُوح پاک کی
فرمانبرداری کرنا سیکھیں تو ہمارے اندر سچ مچ سوتے پھُوٹ نکلینگے۔ آج ہی
اس کی تابعداری اختیار کریں۔ اُس کے کام کا اول اور آخر یہی ہے کہ وہ
ہم کو مسیح کے پاس لاتا۔ مسیح کی باتیں ہم پر ظاہر کرتا۔ مسیح کی زندگی کو ہمارے
اندر پیدا کرتا ہے۔ ہاں رُوح قدس کے کام کا الفا اور اومیگا مسیح ہے۔ کیا وہ
رُوح اس وقت مسیح کو ہم پر ظاہر کرنے کو تیار نہیں؟ ہاں وہ تیار ہے۔

(ب) لیکن علاوہ اس کے ایک اور بات شمعونؔ کی نسبت مرقوم ہے۔ وہ
اسرائیل کی تسلی کی راہ دیکھتا تھا۔ وہ اُس وعدہ کے پُورا ہونے کا جو اُس کے
ساتھ کیا گیا تھا منتظر تھا۔ وہ اُس کی راہ دیکھتا تھا۔ جس طرح مسافر رات کا
پچھ حصہ کاٹ کر تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد مشرق کی طرف آنکھ اُٹھا کر
دیکھتا ہے کہ آفتاب نکلا ہے یا نہیں۔ اسی طرح شمعون اس آفتاب صداقت
کی راہ دیکھتا تھا کیونکہ وہ اپنی مسافت طے کر چکا تھا اور اب اسی انتظاری
میں بیٹھا تھا کہ جب اسرائیل کا جلال نمودار ہوگا تب میں اپنے گھر کی راہ لونگا۔
مسیحی زندگی میں انتظاری بڑا رتبہ رکھتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں
کہ انتظاری ایک ایسی خوبی ہے جو دو خوبیوں سے مُرکب ہے۔ وہ ایمان اور
برداشت کی ترکیب سے پیدا ہوتی ہے۔ جب آدمی کسی شے کی انتظاری کرتا
ہے تو اُس کی انتظاری سے اوّل یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ وہ اُس چیز کے
وجود کا جس کی انتظاری کرتا ہے قائل ہے۔ یعنی اُس کی ہستی اور موجودگی
پر ایمان لاتا ہے۔ گو اُس کو یہ معلوم نہیں کہ میری مُراد کب پوری ہوگی۔
دوم اُس کی انتظاری سے برداشت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ آئندہ کے بر آنے تک جو
زمانہ حائل ہوتا ہے وہ پرلے درجہ کی بےچینی اور اضطراب کا زمانہ ہوتا ہے
لیکن وہ چونکہ اُس شے کے پُورا ہونے کا یقین رکھتا ہے اسلئے اس عرصہ کو

کمال برداشت کے ساتھ طے کرتا ہے۔ کیا سبب ہے کہ ہماری اکثر دعاؤں کا جواب نہیں ملتا؟ کیا یہ
ہمکو قبل سے بہت تھوڑے وعدے ہمارے تجربہ میں پورے ہوتے ہیں؟ کیا باعث کہ ہماری تکلیفوں میں
بہت کم تسلی ہم کو ملتی؟ یہی کہ ہم کافی طور پر انتظاری نہیں کرتے۔ خدا ہمارے انتظار کے ذریعہ ہمیں
یہ سکھانا چاہتا ہے۔ کہ ہم اُس پر تکیہ کریں اُس پر بھروسہ رکھیں۔ ہماری تجربہ کاری بڑھے اور ہم
اُمید کا لطف حاصل کریں۔ ہاں یوں تو وہ قادر ہے کہ ایک دم میں ہمارے گناہوں کی زنجیریں توڑ
کر ہمکو آسمان میں داخل کرے۔ مگر نہیں وہ یہ چاہتا ہے کہ ہماری انتظاری ہمیں مطیع اور
فرمانبردار بنے۔ راضی برضا بنے اور صبر و برداشت کرنے کا سبق سکھائے۔ وہی بزرگ جنکے
خیال کو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں آگے چلکر اس طرح فرماتے ہیں کہ جب خدا چاہتا ہے کہ انتظاری
اور اضطرابی کی کالی راتیں رو رو کر کاٹی جائینگی تو صبح صادق کی روشنی ضرور فرطِ طرب
قبول کیجائیگی۔ ہاں اُن گروہ ہوئے جواب آسمان میں داخل ہیں پوچھو۔ اُن سے جو کب
اس دنیا میں تھے گو اپنے زخموں کے مارے تڑپتے اور چلاتے تھے اور ہر دم یہ پکارتے تھے
اے خدا ہماری امداد کو جلد آ۔ مگر مدد نہیں ملتی تھی۔ ان سے پوچھو جو مصیبت
کے چنگل میں گرفتار تھے اور کراہ کراہ کر اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ اُن سے پوچھو
جو صلیب اُٹھائے پھرتے تھے اور اُس کے بوجھ تلے دبے جاتے تھے۔ اب
اُن سے پوچھو کہ وہ دیر اور تاخیر جو مدد پہنچانے میں کی گئی بے معنی تھی۔ وہ
سب ہم آواز یہ جواب دینگے کہ گر وہ دیر نہ ہوتی تو شاید یہ تاج ہمارے سر پر
نہ ہوتے۔ پیارے ناظر یہ بالکل صحیح ہے۔ ایوب کو دیکھو کہ خدا کے ظاہر
ہونے کے پیشتر اُس کو کیسا پُر اضطراب اور پُر اضطرار انتظار کھینچنا پڑا!
کیسے دلسوز اور جانگداز تجربوں سے گذرنا پڑا۔ لیکن اُس کی ساری تکلیفیں
جو انتظاری کے زمانہ میں اُس پر حادث ہوئیں اُس جلال کے مقابل جو
بعد میں اُس پر ظاہر ہوا کچھ بھی نہ تھیں۔ وہ گویا آگ تھیں جس نے میل کو
جلا کر خالص سونے کو علیحدہ کر دیا۔ پس اگر اب تک مسیح کا جلال ہم پر
ظاہر نہیں ہوا تو ہم اُس کے وعدوں کو درست اور صحیح جان کر اُس کے
منتظر رہیں۔ شمعون نے انتظاری کی اور آخر کار اسرائیل کی تسلی کو پایا۔

آنکھوں سے دیکھا۔ اگر ہم شمعون کی طرح ایمان کے ساتھ اور برداشت کے ساتھ اُس کی راہ دیکھیں تو ہم بھی اُس کے دیدار سے بہرہ ور ہونگے ✦

(ج) لیکن شمعون کے احوال سے ایک اور بات بھی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ نہ صرف انتظاری کرنے والا تھا بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب اُسے اُس کا مقصود مل گیا اُس نے اُسے فوراً قبول کر لیا۔ وہ اس بات کا مشتاق تھا کہ اپنے خالق کے دیدار سے محظوظ ہو۔ اپنے نجات دہندہ کو دیکھے جب اُسے موقع ملا اُس نے اسے اپنے ہاتھوں پر اُٹھا لیا۔ شمعون نے مریم کی گود میں خدا کے فرشتہ۔ اسرائیل کی تسلی۔ خداوند کے مسیح۔ غیر قوموں کے نور اور اسرائیل کے جلال کو دیکھا۔ شمعون نے ایمان کی آنکھ سے ان تمام خوبیوں کو اُس میں دیکھا۔ اُس نے فرشتوں کا گیت نہیں سُنا تھا۔ اور نہ کسی عجیب و غریب ستارے کی رہنمائی پائی تھی۔ نہ مسیح کے کوئی معجزانہ کلام دیکھے تھے۔ نہ اُس کی تعلیم سُنی تھی۔ اُس کے سامنے صرف ایک شیر خوار اور ہر طرح سے اپنی ماں کی مدد اور خدمت کا محتاج بچہ آتا ہے اور وہ اُسے اپنا خالق اور نجات دہندہ سمجھ کر گود میں اُٹھا لیتا ہے "میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھی"۔ باوجودیکہ ایک کمزور بچہ کے سوا اُس کے سامنے اور کچھ نہ تھا۔ پھر بھی وہ اُسے خدا کی نجات کہتا ہے۔ اس کا ایمان کیسا زبردست اور اُس کی بینائی کیسی صاف تھی۔ اُس کے نزدیک مسیح اور نجات دونو ایک ہی بات ہیں اُس کے لئے مسیح کی عجیب پیدائش نجات نہیں۔ اُس کے معجزہ اور اُس کی تعلیم نجات نہیں۔ مسیح خود نجات ہے۔ ہماری رائے میں شمعون کا یہ قول ہمارے خداوند کی الوہیت پر پوری پوری دلالت کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ شمعون نے اُس وقت جبکہ اُس بچہ کے پاس نہ دنیوی تاج اور نہ شخصی صفات کا کوئی پھل ہے اُس کو اپنی نجات سمجھ کر گود میں اُٹھایا۔ خدا کچھ بیرونی لوازمات و ظاہری اسباب کے سبب سے پرستش اور عبادت۔ تعریف و توصیف کے لائق نہیں ٹھہرتا۔ اُس کی ذات ہی سب خوبیوں کی جامع

ہے۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر اُس کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تو بھی روحانی مزاج
اشخاص اُس کے سامنے گر کر سجدہ اُسے کرتے۔ یہی شمعون نے کیا۔ کیا
اے ناظر آپ بھی ایسا کرنے کو تیار ہیں؟ شمعون کے سامنے ایک کمزور اور
لاچار بچہ تھا۔ اور اُس نے اُسے قبول کیا۔ آپ کے سامنے اُس کی نادر تعلیم
اُس کے باقدرت کام۔ اُس کی خود انکاری۔ اُس کی عجیب موت۔ اُس
کا معجزانہ طور پر جی اُٹھنا اور موت کو مغلوب کر لینا موجود ہے۔ ہاں آپ کے
سامنے آسمان کھلا ہوا ہے۔ جہاں وہ خدا تعالےٰ کے دہنے بیٹھا تمام کائنات
پر حکومت کرتا ہے۔ کیا آپ اُسے قبول نہیں کرینگے؟ یسوع مسیح کو ہاتھوں
پہ اُٹھاؤ۔ اپنی گود میں لو۔ اپنے دل میں جگہ دو۔ اُسکے سر پر تاج رکھو اور اپنا بادشاہ
بناؤ۔ وہ ہماری نجات ہے وہ ہماری تسلی ہے۔ مژدہ باد اے مریضان گناہ یسوع
تمہاری صحت ہے وہ تمہاری تسلی ہے۔ اے تم جو اپنی بھی برائی سے عاجز آ گئے ہو۔
تم جو آسمان کیطرف اُڑنا چاہتے ہو مگر ذاتی بدی پاتال کیطرف کھینچے لئے جاتی ہے۔
مسیح تمہاری بھی تسلی ہے۔ اے تم جو مصیبت میں گرفتار ہو جو آزمائشوں کے دام میں
پھنسے ہوئے ہو اور کراہتے کراہتے اپنے دن کاٹتے ہو۔ یہ خوشخبری تمہارے لئے بھی ہے کہ
مسیح تمہاری تسلی ہے۔ اے تم جو رنج و الم کا پیالہ منہ کو لگائے ہو جنکی دنیوی خوشی اور
اطمینان کا پیالہ چکنا چور ہو گیا خوش ہو اور خوشی کرو کہ مسیح تمہاری بھی تسلی ہے۔ اے تم جو
اپنی زندگی کی مسافت قریباً طے کر چکے ہو۔ جوانی کے جوش و خروش سے گذر چکے ہو مسیح تمہاری
بھی تسلی ہے۔ پیارو اسے قبول کرو اور تسلی اور اطمینان کے سوتے پھوٹ نکلینگے۔ تسلی
کی ہمیں کیسی اشد ضرورت ہے اور اسی لئے اس برکت اور بخشش کا کلام میں بہت
ذکر آیا ہے۔ مگر اس برکت کا سرچشمہ یسوع مسیح ہے اے انسان خدا۔ انسان
یسوع مسیح میں ایک حصہ انسان کا ہے۔ میرے ہم جنس اور ہم ذات کا
جو میری آزمائشوں۔ میرے افکار اور میرے رنج و الم سے واقف ہے۔ جو میرے
آرام اور میری راحت اور میری خوشیوں سے آگاہ ہے۔ وہ تمام مخلوق کا حاکم بنا
ہوا ہے۔ آسمان اور زمین اُس کے تابع فرمان ہیں۔ ہاں خدا کے تخت پر

نہ صرف الوہیت بلکہ میری انسانیت بھی موجود ہے۔ اسلئے میں اطمینان دلی سے بہرہ ور ہوں۔ سچ مچ یسُوع مسیح میری تسلی ہے۔ اے کاش کہ ہم میں سے ہر ایک کی زبان پر یہی لفظ ہوں ٭

(د) ایک دفعہ پھر شمعون کی سوانح عمری پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ اس میں کوئی اور بات بھی سیکھنے کے لائق پائی جاتی ہے۔ ہاں ہے۔ دیکھئے شمعون کیسا وفادار گواہ ہے۔ جو کچھ اُسے معلوم ہؤا۔ جو کچھ اُس نے پایا وہ اُسے اپنے دل میں چھپا نہیں رکھتا وہ اُسے ظاہر کرتا۔ اُس پر گواہی دیتا ہے۔ خداوند مسیحان کے مسیحیوں کو اس غلطی سے جس میں وہ اب ڈوبے ہوئے ہیں بلند رہا کرے۔ کہ منادی کرنا اور یسُوع کے کام اور کلام پر گواہی دینا پادریوں اور مشنریوں کا کام ہے۔ ہماری میزوں پر کیک اور چین کیک اور پڈنگ اور قسم قسم کی مٹھائیاں اور اکثر جگہ کچھ اور بھی نظر آتا ہے۔ ہر کرسمس ڈے کے قریب ہم ان چیزوں کے تیار کرنے میں مشغول ہوتے۔ اس کام میں اعلےٰ درجہ کی سعی۔ اعلےٰ درجہ کی چستی اور چالاکی کو کام میں لاتے ہیں۔ مگر یسُوع مسیح کی شان میں بہت تھوڑا بلکہ کچھ بھی نہیں کہتے "اسرائیل کی تسلی"۔ "خداوند کا مسیح" "تیری نجات" "غیر قوموں کے لئے ایک نور" "اور اپنے لوگ اسرائیل کے لئے جلال" یہ الفاظ ہماری زبان پر کم آتے ہیں۔ ہماری خوشی کیک اور مٹھائی میں ہے۔ مگر شمعون کی خوشی یسُوع مسیح میں تھی۔ کونسی ایسی طاقت ہے جو سیلاب دریا کو روک سکے؟ کونسا ایسا مکان ہے جو پانی کی طاقت کو بند کر رکھے؟ اگر لوہے کی دیواریں ہوں تو وہ بھی گر جائینگی۔ کیا ممکن ہے کہ دل کے اندر خوشی کا دریا بہتا ہو اور زبان پر سکوت ہو؟ مسیحی زندگی میں ایمان اور اقرار پہلو بہ پہلو چلتے ہیں۔ چاہیے بھائیو! آؤ آج ہم اس کرسمس کو مسیح کا دن بنائیں۔ مسیح کی حمد۔ مسیح کی تعریف۔ مسیح کی شکرگذاری۔ مسیح کی گواہی کا دن بنائیں۔ اور اس کام میں ایسی مشق بہم پہنچائیں کہ پھر ہر ایک روز ہماری زیست کا مسیح کا روز ہو ٭

شمعون نے یسُوع کی نجات عمومیت کو پہچانا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ

"تیری آنکھ نے تیری نجات کو دیکھا جو تُو نے سب لوگوں کے آگے تیار کی ہے"۔ تب
لوگوں تک گئے "اگر ہم دفتر میں ہیں تو وہاں لوگ موجود ہیں۔ اگر کالج میں یا سکول
میں تو وہاں بھی لوگ موجود ہیں۔ ہمارے گھر میں ہمارے کارخانوں میں ہمارے
قرب و جوار میں۔ ہر جگہ اور ہر کہیں لوگ موجود ہیں۔ ان کو مسیح کا نام
سُنائیں ۔

شمعون کے احوال میں ایک نہایت پُر مطلب اور پُر تسلی جملہ مرقوم ہے
جس پر کچھ کہے بغیر ہم اس مضمون کو ختم نہیں کر سکتے۔ "اب تو اپنے بندے
کو اپنے کلام کے موافق سلامتی سے رخصت دیتا ہے"۔ اب اے خداوند میں آسمان
کے لئے تیار ہوں کیونکہ میں نے تیری نجات کو دیکھا۔ ہم اپنی بُرائی کے سبب
سے آسمان میں رہنے کے لائق نہیں۔ اور یسوع مسیح کے آنے کا اصل
مُدعا یہی ہے کہ جس عدن سے ہم نکالے گئے ہیں وہ ہم کو اُس میں پھر رہنے
کے لائق بنائے اور اُس کو یہاں کی نظر سے دیکھنا ہم کو اس لائق بنا دیتا ہے۔
وہ زندگی کی روٹی۔ زندگی کا درخت ہے جب ہم اس میں سے کھاتے ہیں
تو موت کی سزا ہم پر سے دُور ہو جاتی ہے۔ اُس کا ایک تبسم ہم کو آسمان کے لئے
تیار کر دیتا ہے۔ مسیح موت کا فاتح ہے۔ اور جب تک ہم اُس کے پاس نہیں
آئیں گے ہم موت سے ڈرتے رہیں گے۔ کسی مُصنّف نے خوب کہا ہے کہ جس طرح
ایّام سرما کے بعد آفتاب کی کرن اُن پھولوں کو جن کے غنچے اور کلیاں
اُس کے تبسم کی انتظاری کرتی ہیں۔ ایک دم میں کھلا کھلا کر گلزار بنا
دیتا ہے اور وہ خوشبو جو بند تھی گویا قفس سے نکل کر ہوا میں مل جاتی اور
اُسے معطر کرتی ہے۔ اسی طرح ایک چھوٹا سا واقعہ جس میں یہوواہ کا تبسم
ملا ہُوا ہو رُوح کو تیار کر دیتا ہے کہ اس قفس عنصری سے پرواز کر کے آسمانی
دیار کی ہوا کھائے۔ مسیح کا گود میں ہونا موت کے نیش کے لئے تریاق
کا حکم رکھتا ہے۔ پیارے پڑھنے والو مسیح کو ہاتھوں پر اُٹھاؤ تا کہ موت
کی صورت تبدیل ہو جائے اور آسمان میں رہنے کا شوق پیدا کریں۔ جب

تک مسیح گود میں نہ ہوگا تب تک ہم زمینی بنے رہینگے آسمانی کبھی نہیں ہونگے۔ مزاحم سب کو ہے۔ مگر خدا ہماری موت سے بھی اپنا جلال طلب کرتا ہے۔ مگر اسی آدمی کی موت سے خدا کا جلال ظاہر ہوتا ہے۔ جس کی گود میں مسیح۔ زبان پر اُس کی تعریف کا گیت۔ اور آنکھوں میں آسمانی محل ہوں۔ مسیح کو ہاتھوں پر اُٹھانا اپنے وقت پر ان سب باتوں کو پیدا کریگا۔ اب مسیح کو قبول کرو۔ پیارو شمعون نے اپنا کرسمس اس طرح منایا۔ اُس نے اُسے قبول کیا۔ اُس کی تعریف کی۔ اُس کی نجات پر گواہی دی اُس کے دیدار سے آسمانی مکانوں میں داخل ہونے کی تیاری پائی۔ خداوند اپنا فضل بخشے تو ہم بھی شمعون کی طرح یہ کرسمس منائیں جس کا دیدار ہمارے اُٹھنے نہ کہ گرنے کا باعث ہو۔ آمین ٭

---

# کنواری سے پیدا ہوا

متی ۱: ۲۲ و ۲۳۔ یہ سب کچھ ہوا تاکہ وہ جو نبی کی معرفت خدا نے کہا تھا پورا ہو کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنیگی اور وہ اُس کا نام عمانوایل رکھیگی جس کا ترجمہ ہے خدا ہمارے ساتھ ٭

یہ سب کچھ ہوا تاکہ وہ بات جو خداوند نے نبی کی معرفت کہی تھی پوری ہو۔ ستی کہتا ہے کہ مسیح کی پیدائش کے متعلق جو معجزات وقوع میں آئے اُن کی وجہ یہی تھی۔ شائد ہم اپنے دل میں کہتے ہیں کہ مسیح کی پیدائش کے معجزے پڑھنے خدا کی پیشینگوئی کی نسبت زیادہ وقعت رکھتے ہیں اور پیشینگوئی معجزے کی خاطر تھی۔ نہ معجزہ پیشینگوئی کی خاطر۔ یسعیاہ نے دنیا کو اتنے بڑے ماجرے کے لئے تیار کرنے کو پیشینگوئی کی۔ اور یہ کہنا کہ مسیح اعجازی طور پر اسلئے پیدا ہوا کہ پیشینگوئی کو پورا کرے ایک عجیب ہلکی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ لیکن فی الحقیقت معجزہ اور پیشینگوئی دونو خدا کی طرف سے تھے۔ اور گو معجزے سے بہت بڑے بڑے نتائج برآمد ہوئے تاہم پیشینگوئی کا پورا ہونا بھی ایک بڑا نتیجہ تھا۔ البتہ مسیح

کی پیدائش کے لیئے اور بھی بڑے بڑے اسباب تھے۔ ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس کی نسبت پیشینگوئی ہو چکی تھی اور اسی ایک سبب پر متی زور دیتا ہے کیونکہ جس مقصد سے وہ اپنی انجیل کو لکھ رہا تھا اس کے یہی سبب مطابق تھا۔ متی نے اپنی انجیل کو بالخصوص ان مسیحیوں کے لیئے لکھا جو یہودیوں میں سے ایمان لائے تھے۔ اسلیئے ضرور تھا کہ وہ یہودیوں پر ثابت کرے کہ مسیح کی زندگی کا ہر نکتہ اور شوشہ قدیم پیشینگوئیوں کے مطابق تھا جس بات کی نسبت وہ لوگ سمجھتے تھے کہ مسیح کی زندگی میں نظر آئیگی وہ بعینہٖ اس کی زندگی میں موجود پائی گئی پس متی اس کی پیدائش سے شروع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بعینہٖ جیسا کہ یشعیاہ کا قول تھا اسی طرح خداوند پیدا ہوا۔ شاید یوسف کے خیالات کو معلوم کر کے یہودی حیران ہوتے لیکن متی اُن سے کہتا ہے کہ پرانی کتابوں کو دیکھو ان میں پہلے سے خبر موجود تھی "یہ سب کچھ ہوا تا کہ وہ جو خداوند نے نبی کی معرفت" وغیرہ۔ متی کے خیال میں یشعیاہ نے نہ فقط ہمارے خداوند کی پیدائش کی خبر دی ہے بلکہ وہ اس کا پورا پورا مورخ ہے۔ لیکن ایک بڑی مشکل ہمارے سامنے موجود ہے۔ جبکہ یشعیاہ نے مذکورہ بالا الفاظ کو لکھا تو کیا فی الحقیقت اس کی ضمیر میں وہی عجیب اور اعجازی وقوعہ تھا جس کا متی ذکر کرتا ہے +

بعض نے کہا ہے کہ یشعیاہ کا مطلق یہ مقصود نہ تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ یشعیاہ کسی اور بات کا ذکر کرتا تھا جو اس کے زمانہ کے نزدیک بالکل ایک معمولی بات تھی اس کا اشارہ ہرگز مسیح کی پیدائش کی طرف نہ تھا۔ متی نے اس کے الفاظ کو لیکر حکمت سے اپنے مطلب کے لیئے استعمال کیا ہے اس کے لیئے مضبوط دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اگر ہم اس حالت کو دیکھیں جس کے درمیان یشعیاہ نے یہ بات کہی تو یقین نہیں آسکتا کہ وہ کسی ایسی بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا جو صدہا سال کے بعد وقوع میں آنے والی تھی۔ کیونکہ ایسی پیشینگوئی سے آخز بادشاہ کو کونسا نشان مل سکتا تھا اور اس کو کونسی تسلی حاصل ہو سکتی تھی +

پس ہم دریافت کرینگے کہ وہ کیا حالت تھی جس میں ہو کر یشعیاہ نے کہا دیکھو

ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنیگی اور اُس کا نام عمانوایل رکھیگی۔ یہوداہ کے بادشاہ آخز کا محاصرہ اسرائیل اور سوریہ کے لشکروں نے کر رکھا تھا۔ پیکا اور رضین ان کے بادشاہ تھے۔ ان دونو کا اصل مقصد یہ تھا کہ اسور کے بادشاہوں کے عروج کے روکنے کی کوئی تجویز نکالیں۔ اُنہوں نے سمجھا کہ اگر ہم یروشلم کے تخت پر سے داؤد کے خاندان کو اُتار کر اپنے کسی معاون اور تابعدار کو جس پر ہم بھروسہ کر سکیں بٹھا دیں تو اسور کے مقابلہ میں ہم کو بڑی تقویت حاصل ہوگی۔ خدا نے یشعیاہ کو اُس کے بیٹے کے ساتھ بھیجا تاکہ آخز کو مضبوط کرے اور اُس کو یقین دلادے کہ باوجود دو بادشاہوں کی مخالفت کے خدا اُس عہد کو جو اُس نے داؤد سے باندھ رکھا ہے پورا کریگا۔ یشعیاہ آخز سے کہتا ہے کہ ان دو بادشاہوں کے اتحاد سے مت ڈر وہ مانند دو لکڑیوں کی ہیں جو جل چکی ہیں۔ خدا اسور کا معاون نہیں ہے اور اسرائیل میں کوئی ملکی قوت باقی نہیں۔ پس تو خدا پر بھروسہ کر اور سب کچھ درست ہو جائیگا۔

آخز خاموش رہا۔ اس کی خاموشی اس کے شکوک اور تذبذب کے باعث تھی۔ تب یشعیاہ نے اس سے کہا کہ خدا سے کوئی نشان مانگ تاکہ تجھے یقین ہو کر وہ فی الحقیقت تیری طرف ہے۔ اپنے خدا سے کوئی نشان آسمان میں یا پاتال میں یا بلندی میں مانگ۔ بالیقین اگر آخز اس وقت اپنے لئے کوئی نشان مانگتا یا اپنی اولاد کے لئے تو اُسے فوراً دیا جاتا۔ لیکن آخز نے بے دینی کی ایک پالیسی یا مشورت اپنے دل میں ٹھان رکھی تھی اس کو خیال تھا کہ اسور کی مدد سے میں وہ کام کر گذرونگا کہ اُس کے بعد پھر مجھے خدا اور اس کے نبیوں کی ضرورت نہ ہوگی۔ وہ اس قدر بگڑ چکا تھا کہ خدا اور اُس کے نبیوں کو اپنے دشمن سمجھنے لگ گیا تھا اور نہ چاہتا تھا کہ اپنے دشمنوں سے مدد مانگے۔ مذہب اور مذہبی پالیسی سے وہ بالکل علیحدہ رہنا چاہتا تھا۔ وہ ہمیشہ کے لئے دین کی طرف اپنی پیٹھ پھیر چکا تھا تاہم نبی کے حضور کھڑا ہو کر ضرور تھا کہ وہ کچھ کہے۔ ضرور تھا کہ نشان سے وہ یا قطعی انکار کر دے یا اس کا مانگنا قبول کرے۔ اس نے نشان مانگنے سے قطعی

انکار کیا۔ لیکن جیسا کہ پکے بیدینوں کا قاعدہ ہے اس انکار کی وجہ اُسنے مذہبی بتلائی۔ قدیم شریعت دینداروں کو نشان مانگنے کے خطرے سے آگاہ کرتی تھی۔ نشان مانگنا خدا کو آزمانا قرار دیا گیا تھا۔ اب وہی آخز جو جادوگری کے ذریعہ سے نشانات ڈھونڈا کرتا تھا بڑی سنجیدگی سے کہنے لگا کہ میں نشان نہ مانگونگا۔ میں خداوند کو نہ آزماؤنگا +

تب یشعیاہ بولا (کسی قدر راستبازوں کی خفگی کے ساتھ) اب تم سنو اسے داؤد کے خاندان۔ کیا یہ چھوٹی بات ہے کہ تم آدمیوں کو تنگ کرتے ہو کہ اب تم خدا کو بھی آزردہ کرنے لگے۔ اسلئے خدا خود تم کو ایک نشان دیگا ایک ایسا نشان دیا جاویگا جس کا مقصد اور مطلب آخز کو معلوم نہ ہوگا اس سے ظاہر ہوگا کہ خدا اپنے اُن وعدوں کو جو اُس نے داؤد سے کئے تھے پورا کریگا۔ لیکن اس سے داؤد کے بگڑے ہوئے جانشینوں کو کچھ تسلی حاصل نہ ہوگی۔ داؤد کا زمینی تخت نابود ہوگا۔ تاہم خدا کے وعدے صادق رہینگے اور آئندہ زمانوں میں ایسے وسائل سے جن کی آخز کو خبر نہ ہوگی پورے ہونگے قدیم زمانہ میں خدا نے موسیٰ کو اُس کی رسالت کا یقین دلایا تھا بذریعہ ایک چھٹکارے کے جو آئندہ پورا ہونے والا لیکن اس وقت ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ اسی طرح ان دیندار یہودیوں کو جو یشعیاہ کے زمانہ میں تھے اور جن کی طرف بالخصوص یشعیاہ مخاطب ہو رہا تھا اب یقین دلایا گیا کہ وہ وعدے جو داؤد کے خاندان سے کئے تھے پورے ہونگے اور اس کا ثبوت یہ دیا گیا کہ آئندہ ایک عجیب و غریب معجزہ ہوگا جیسا کہ زمانہ میں کبھی ہوا نہ تھا اور جس سے ظاہر ہوگا کہ گو یہوداہ کے سرکش بادشاہوں کو سزا دی گئی تاہم اسرائیل کی نجات اور ان کے ساتھ تمام بنی آدم کی نجات کا کام ضرور کاملیت کو پہنچیگا۔ دیکھو (یشعیاہ صدہا سال کے اوپر سے گویا عبور کرکے ان واقعات پر نظر ڈالتا ہے جو اس کے بعد ہونے والے تھے) ایک کنواری حاملہ ہے اور بیٹا جنتی ہے اور اس کا نام عمانوایل رکھیگی +

پس صاف ظاہر ہے کہ آخز کو تسلی یا اُمید دلانا یشعیاہ کی غرض نہ تھی۔ اس کو
تو صاف الفاظ میں اُمید دلائی جا چکی تھی۔ اور جب کنواری کے حاملہ ہونے کا ذکر کیا
جاتا ہے۔ تو اس سے کوئی عجیب وقوعہ مقصود ہے۔ جس کا مطلب آخز کے دل
کے خیالات سے ظاہر نہیں ہوتا بلکہ مسیح کی اعجازی پیدائش سے پوری طرح سمجھ میں
آتا ہے۔ پس ہم اس وقوع کے مقاصد پر غور کریں جس کو یشعیاہ دور سے دیکھ رہا
تھا اور جس کے ساتھ متی پیشینگوئی کو منسوب کرتا ہے۔

مسیح کی پیدائش اعجازی تھی۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی۔ کلیہ قاعدہ ہے
کہ نوع انسانی باپ اور ماں کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ متی صاف صاف ان
باتوں کا ذکر کرتا ہے جو مسیح کی پیدائش سے پیشتر وقوع میں آئیں۔ لیکن بعض نے
کہا ہے کہ جو لفظ یشعیاہ استعمال کرتا ہے اسکا ضروری ترجمہ کنواری نہیں بلکہ
اس کے اور ترجمے بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً بعض اس کو نوجوان نوعروس سے ترجمہ
کرتے ہیں اگر یہ سچ ہوتا تو کیا ضرورت تھی عورت یا والدہ کا ذکر بھی کرنے کی۔
کیا کوئی آدمی بغیر عورت کے بھی پیدا ہوا ہے۔ اور معمولی آدمی معمولی طور پر
پیدا ہو کر نشان کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہاں تو نشان کا ذکر ہے۔ یہی لفظ عبرانی
میں ربقہ کی نسبت آیا ہے پیشتر اس سے کہ وہ اضحاق کے ساتھ بیاہی گئی۔ اور موسےٰ
کی کنواری بہن مریم کی نسبت ان کے علاوہ پانچ مرتبہ یہ لفظ عبرانی بائبل میں آیا ہے
اور ہر دفعہ اس سے مراد کنواری عورت سے گئی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ مسیحیوں
نے اپنا مطلب نکالنے کے لئے اس لفظ کا ترجمہ کنواری سے کیا ہے۔ لیکن اس
کی تردید کے لئے صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ مسیح سے دو سو برس پیشتر جب یہودی
عبرانی بائبل کا ترجمہ یونانی میں کرنے بیٹھے تھے تو انہوں نے بھی (مسیح سے دو سو برس
پیشتر) اس کا ترجمہ کنواری سے کیا تھا۔ دوسری صدی مسیحی میں ایک یہودی نے
دوبارہ عبرانی بائبل کا ترجمہ یونانی میں شروع کیا۔ لیکن اُس نے جب دیکھا کہ
اس لفظ سے مسیحی استدلال کرتے ہیں تو اس نے دیدہ و دانستہ قصداً اس کا ترجمہ
ان عورت کیا۔ اب بھی اگر اس کا ترجمہ بلا رو و رعایت عام محاورہ کے لحاظ

کیا جائے تو کنواری کا لفظ درست معلوم ہوگا ◆

لیکن مسیحیوں کے لئے جو انجیل کو مانتے ہیں اس لفظ کے ترجمہ میں کوئی شک نہیں۔ کنواری مریم سے مسیح کی پیدائش کو بیان کر کے متی کہتا ہے کہ یہ سب کچھ ہُوا تاکہ وہ بات جو خداوند نے نبی کی معرفت کہی تھی پوری ہو کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنیگی۔ اگر نبی کی غرض کنواری عورت سے نہ ہوتی تو متی کا حوالہ بالکل بے معنی ہوتا اور ہم کو کہنا پڑتا کہ متی نے ایک لفظ کا غلط ترجمہ کر کے اپنا مطلب نکال لیا ہے۔ لیکن صاف ظاہر ہے کہ نبی کسی عجیب بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور یہی کہتا تھا کہ عمانوایل کنواری عورت سے پیدا ہوگا ◆

موجودہ زمانہ میں اکثر لوگ مسیح کی پیدائش کا یُوں ذکر کرتے ہیں کہ گویا وہ صرف ایک بڑا آدمی تھا جیسے کہ دُنیا میں اَور بھی بہت سے ہوئے ہیں اور اُسکی والدہ کے کنوارپن کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وہ یسعیاہ کی پیشینگوئی اور متی کے قول کو بالکل بھول جاتے ہیں اور ایسا ظاہر کرتے ہیں کہ گویا ان کے خیال میں مسیح کی پیدائش کا عجوبہ اس کی والدہ کے کنوارپن سے کچھ بڑھ نہیں جاتا۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ متی کا بیان یا تو سچا ہے اور یا جھوٹا۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو ہر دیانتدار شخص کا فرض ہے کہ صاف صاف کہے کہ یہ امر بالکل وہم ہے اور ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینا چاہئے۔ لیکن اگر ہم مسیحی ہیں اور مانتے ہیں کہ یہ بیان سچ ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس میں بڑے عظیم الشان معنی پنہاں ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ کنواری کا بیٹا صرف ایک بڑا آدمی نہ تھا بلکہ دنیا کے بڑے آدمیوں کی نسبت کوئی بات اس میں زیادہ تھی۔ بلکہ اس کی ایسی اعجازی پیدائش اشارہ کرتی ہے کہ اس کی ہستی اور زندگی کا مخرج معمولی آدمیوں بلکہ بڑے بڑے آدمیوں کے مخرج کی نسبت مختلف اور زیادہ بلند تھا ◆

قدیم بُت پرست قوموں کے درمیان بھی بعض ایسے آدمی گذرے تھے جن کی نسبت ان کا خیال تھا کہ وہ کنواری عورتوں سے تولّد ہوئے تھے۔ لیکن انکا ہما

خداوند کے اعجازی تولّد سے وہی فرق ہے جو جھوٹ کا سچ کے ساتھ ہے۔ جھوٹے اور مصنوعی معجزات کے قصّے جو تمام قوموں میں پائے جاتے ہیں ثابت کرتے ہیں کہ بنی آدم فطرت اور طبع سے معجزوں کے منتظر ہیں اور اُن کے ماننے کا مادّہ خدا نے انسان کی طبیعت میں رکھدیا ہے۔ اسی طرح اکثر قوموں میں روایت ہے کہ کوئی نہ کوئی شخص کنواری عورت سے پیدا ہُوا۔ یہ ایک امر ہے جو اشارہ کرتا ہے کہ فطرت انسانی اس قسم کے معجزے کی ہر زمانہ میں منتظر رہی ہے۔ کل بنی آدم اپنی موروثی انسانیت کی کمزوری اور پستی کے نیچے دبے ہوئے تھے اور اس کے بوجھ سے عاجز اور نالاں تھے وہ چاہتے تھے کہ کوئی شخص ایسا بھی پیدا ہو جس میں یہ گناہ آلودہ سلسلہ ٹوٹے جو از خود ایک نیا اور نرالا آدمی ہو اور ایک نئے سلسلے کو جاری کرے۔ وہ کسی ایسے شخص کے منتظر تھے جو انسان ہو کر انسانیت سے بلند و بالا ہو۔ اس کی پیدائش ایسی نرالی ہو کہ ایک نئی نسل اس میں شروع ہو۔ اور مصیبت زدہ نوع انسان کے لئے نیا زمانہ شروع ہو۔

بعض اشخاص کا خیال ہے کہ اگر خدا کے کلام میں بُت پرستوں کے سے خیالات پائے جاویں تو اس سے خدا کے کلام کی وقعت کم ہوتی ہے ہمارا خیال ہے کہ جبکہ سب قوموں کی انسانیت ایک ہی ہے تو لازم ہے کہ خدا کا کلام جامع ہو اور مختلف اقوام کے خیالات طرح طرح سے اس کی تائید کرتے پائے جاویں۔ علاوہ اس کے جتنی سچائی غیر مذاہب میں ہے اس کا لب لباب ضرور ہے کہ خدا کے کلام میں موجود ہو۔

پس یہاں مسیح کے اعجازی تولّد کا ایک عقلی سبب ہمیں ملتا ہے۔ اگر وہ ہم کو پستی سے اُٹھانے کے لئے آیا تھا۔ تو ضرور تھا کہ وہ خود اُس پستی سے بالا ہو اگر وہ ہم کو گناہ کی قید سے رہا کرنے آیا تھا تو ضرور تھا کہ خود اس قید سے چھٹا ہو ضرور تھا کہ اس کا نمونہ بے گناہی کا نمونہ ہو اور اس کی قربانی بے داغ ہو لیکن یہ کس طرح ہو سکتا اگر وہ ہر صورت میں ایک ایسی نوع و نسل میں شامل ہوتا جو ہزارہا برسوں سے گناہ کی گندگی میں غلطاں و پیچاں تھی۔ جبکہ ہمارے

ابتدائی والدین نے گناہ کر کے فضل کے اس لباس کو جس میں خدا نے اُن کو ملبّس کیا تھا کھو دیا تو اسی وقت سے انسانیت کنگال ہو گئی۔ اور ان کی کنگالی کا ورثہ ان کی نسل نے پایا۔ اس وقت سے گناہ آدمی کے خلاف زبردست اور بالادست ہو گیا۔ بُرے نام پایا آبائی مرض کی طرح یہ گناہ پُشت در پُشت نوع انسانی میں چل پڑا۔ اور گو کہا گیا ہے (جیسا کہ یرمیاہ اور یوحنّا اصطباغی کی حالت میں) بعض اشخاص کو پیدائش سے پیشتر تقدس حاصل ہُوا تاہم کروڑہا آدمی داؤد کی مانند کہتے ہوئے گذر گئے کہ دیکھ میں نے بُرائی میں صورت پکڑی اور گناہ کے ساتھ میری ماں نے مجھے پیٹ میں لیا۔ پس کیونکر ممکن تھا کہ گناہ اور موت کا یہ سایہ بنی آدم پر سے دور ہو اور اس طرح دور ہو کہ سب اس کو سمجھ لیں۔ اس کا یہی وسیلہ تھا کہ کوئی ایک کنواری عورت سے تولد ہو۔ وہ اپنی والدہ کے رشتہ سے انسان ہوگا لیکن اس میں وہ داغ نہ ہوگا جو آدم کے گناہ کے وقت سے چلا آیا تھا۔ اور فی الحقیقت ایسا ہی سردار کاہن ہمارے لائق تھا کہ جو مقدس اور بے عیب پاک اور گنہگاروں سے علیحدہ ہو۔

لیکن ہم اسی پر ختم نہیں کر سکتے۔ کہ مسیح کی پیدائش میں اس سے زیادہ گہرے معنی ہیں۔ اس کی پیدائش میں ایک ایسی شخصیت حواس اور زمان کی قید میں آئی جو ازل سے موجود تھی۔ بذریعہ پیدائش کے مطابق مقدس پولوس کے قول کے وہ جسم کی صورت میں ظاہر ہُوا۔ اور پولوس کے الفاظ ثابت ہوتا ہے کہ اُس کے عقیدے کے مطابق مسیح ازل سے وجود رکھتا تھا باپ نے اپنے بیٹے کو ایک عورت کی وساطت سے بھیجا۔ لیکن بیٹا بھیجے جانے سے پیشتر موجود تھا۔ اُس کی موجودگی دنیا کی خلقت سے شروع نہ ہوئی کیونکہ ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔

ایسی ہستی کا انسانیت کی قیود میں آنا کس طرح ظاہر کیا جاتا۔ دنیا کو کیونکر معلوم ہوتا کہ اُس کی زندگی کا سرچشمہ کوئی انسان نہیں ہے۔ ہم اس سوال کا جواب از خود کبھی نہیں دے سکتے لیکن جب خدا خود اُس کا جواب دے چکا

ہے تو ہماری سمجھ میں بخوبی آجاتا ہے کہ کنواری سے جنم لینا اس کا بہترین طریقہ تھا۔
کیا مناسب نہ تھا کہ فطرت ایسی شخصیت کو قبول کرتے وقت گویا اپنے معمولی قوا
اور قوانین کو روک دے تاکہ اس مقدس ذات کا مناسب استقبال ہو+

علاوہ بریں جب ہم مسیح کی اعجازی پیدائش کے نتائج کو دیکھتے ہیں تو
اس کے معنی زیادہ ہماری سمجھ میں آتے ہیں۔ دو ہزار برس کے فاصلہ پر کھڑے
ہو کر ہم دیکھ سکتے ہیں کہ کوئی ایسی پیدائش دنیا میں شروع سے لیکر آج تک
نہیں ہوئی جس کے نتائج اور اثر نوع انسانی کے لئے ایسے بھاری ہوئے
ہوں۔ انیس صدیوں کا زمانہ مسیحیوں کی نظروں کے سامنے پھیلا پڑا ہے۔
اور اس پر نظر ڈال کے وہ اپنی حالت کا مقابلہ غیر مذاہب کے پیروؤں کی حالت
کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ اور نتائج نکال سکتے ہیں۔ علاوہ اس کے دنیا
میں مسیح کے بعد اور بہت بڑے بڑے آدمی گذر چکے ہیں۔ مدبر سپاہی
شاعر معلم ان سب کی صورت اور سب کی قدوقامت ہمارے سامنے موجود
ہیں۔ ان میں کون ایسا گذرا ہے جو مسیح کے برابر کام کر گیا ہو۔ نپولین اول
نے مسیح کی سلطنت کا مقابلہ سکندر اعظم اور قیصر کی سلطنت کے ساتھ کیا۔
اور اس نے کہا کہ سکندر اور قیصر کی سلطنت چند روزہ تھی۔ مسیح کی اب تک قائم
ہے۔ ان کی جلد انتہا کو پہنچی۔ مسیح کی اب تک ترقی کر رہی ہے۔ ان کی طاقت
زور پر مبنی تھی۔ مسیح دلوں کو قائل کر کے اپنی دھاک بٹھاتا ہے۔ فاتحوں
اور سپاہیوں کے علاوہ دنیا بڑے بڑے عاقل اور عالم دیکھ چکی ہے۔ لیکن
ان میں کتنے گذرے ہیں جن کے سامنے دنیا ایسی خم ہو رہی ہے جیسی کہ
مسیح کے آگے۔ البتہ ان کا زور بہت بڑا ہے۔ افلاطون شیکسپیر اور
بیکن کا کون قائل نہیں۔ لیکن ان کا زور مسیح کے زور سے بالکل مختلف
ہے۔ وہ انسان کے ذہن اور دماغ کو مطیع کرتے ہیں۔ مسیح انسان کی مرضی
اور شخصیت پر غالب آتا ہے۔ پھر مسیح کا مقابلہ ساکی منی اور محمد کے ساتھ کرو۔
البتہ بدھ کے پیرو مسیح کے پیروؤں سے تعداد میں زیادہ ہیں۔ اور بعض اشخاص

ممالک میں اسلام کا بڑا زور ہے۔ لیکن اگر یہ دریافت کرو کہ بدھ مذہب والے اور مسلمان کدھر کو چلے جاتے ہیں اُن کا آنے والا زمانہ کیسا دکھائی دیتا ہے تو کچھ جواب نہیں ملتا۔ لیکن برخلاف اس کے مسیح کا مذہب آج کے روزان اقوام کا مذہب ہے جو دنیا کو تعلیم اور ترقی دے رہی ہیں۔ شاید اس کے جواب میں کوئی کہیگا۔ بلکہ ایسا نظر آتا ہے کہ یورپ کی نئی مسیحی اقوام مسیح کی پیروی سے روگردان ہوتی جاتی ہیں۔ اس پر ہم صرف اتنا کہتے ہیں کہ یہ روگردانی محض چند روزہ شے ہے۔ ممکن نہیں کہ نبی آدم کا گذارہ بغیر مذہب کے ہو سکے آخری اور کامل مذہب ظاہر ہو چکا ہے اور اگر کوئی آدمی بہت سے مذاہب کی کھچڑی بنا کر کوئی نیا طریق ایجاد کرنا چاہے تو وہ ضرور ناکام رہیگا۔ علاوہ اس کے صدہا بلکہ ہزارہا باغی مذہب کے تحت میں دوبارہ آرہے ہیں۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ مسیح کی پیدائش کے وقت سے وہ تمام خوبیاں اور اُمیدیں نمودار ہوئی ہیں جو موجودہ زمانہ کی تہذیب کا اعلےٰ اور سب سے خوبصورت زیور ہیں ہم انکار نہیں کرتے کہ بعض اعلےٰ علوم اور بعض صحیح اور صحت بخش قوانین مسیح سے پہلے کے ہیں۔ لیکن ترقی کا لفظ جس سے بڑے بڑے پھل پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں اور جو مُردہ قوموں کے دلوں میں نئی جان ڈال چکا اور ڈال رہا ہے یہی عقیدے سے پیدا ہوا ہے۔ اس کی جڑ ان اعلےٰ اُمیدوں میں ہے جو مسیح نے اپنے شاگردوں کے دلوں میں پیدا کی تھیں اور جن کا دارومدار مسیح کی عجیب شخصیت اور زندگی میں ہے ۔

نمونہ کے واسطے ہم صرف ایک بات کو لیتے ہیں۔ اس درجہ اور منصب پر غور کرو جو آج کے دن عورتوں کو مسیحی سوسائٹی میں حاصل ہے۔ اگر تواریخی اصول کے مطابق دریافت کرو تو معلوم ہوگا کہ یہ درجہ اور یہ منصب عورت کی ذات کو نہ فقط مسیح کی تعلیم کی بدولت حاصل ہے بلکہ محض مسیح کی پیدائش کی بدولت بھی۔ مسیح کی پیدائش سے پیشتر بنی اسرائیل کے درمیان بھی عورت مرد کی غلام تصور ہوتی تھی۔ بُت پرستوں کے درمیان جیسا کہ آج کل ایشیا کی تمام اقوام میں وہ کلیہ طور پر مرد کی غلام تھی۔ کا ہے گاہے کوئی عورت اپنی لیاقت دولت اور خاندانی عزت کے باعث اس

درجہ سے بڑھتی اور مردوں کی برابری کرتی تھی۔ لیکن عموماً عورتیں مرد کا کھلونا
اور غلام تھیں ٭

لیکن جب مسیح نے بنی آدم کا چھٹکارا اپنے ذمہ لیا تو اُس نے کنواری کے
رحم سے نفرت نہ کی۔ بنی آدم کی خاطر جو سب سے بڑا کام کیا گیا ہے اس میں مرد
کا مطلق حصہ نہ تھا۔ خدا کا ابن وحید روح القدس کی تاثیر سے مجسم ہؤا اور
کنواری مریم سے پیدا ہؤا۔ اور مریم میں کل عورتوں کی ذات بلند ہوئی۔ اُس کو
وہ درجہ ملا جو کبھی کسی کے خواب خیال میں نہ آیا تھا۔ عورت کا فطرتی حیا اور
اس کی ذاتی خوبی اور خوبصورتی مطلق کم نہ ہوئی۔ لیکن انسان کی تربیت اور
ترقی میں اس کو ایک عجیب زور اور حصہ ملا۔ اور یہ اب اس سے کوئی لے نہیں سکتا
عورت کی وہ عزت اور تواضع جو مسیحی اقوام میں اب پائی جاتی ہے مسیح کے تولد ہونے
کے دن سے شروع ہوئی ٭

لیکن مسیح کی پیدائش کے یہ صرف بیرونی نتائج ہیں۔ ممکن تھا کہ ایسے اثر
اور نتائج کسی بڑے زبردست مذہبی مدبر کی پالیسی اور حکمت سے برآمد ہوتے ان
کے پیدا کرنے کے لئے خدا کے مجسم ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ یسوع مسیح کی
پیدائش نے اُن کے علاوہ اور بہت بڑے بڑے کام بھی کئے۔ کلمۃ اللہ جسم
لیکر انسانیت میں داخل ہؤا۔ خدا نے ہمارے نیچر کو اپنے اُوپر لیکر اپنے آپ کو
ہم پر ظاہر کیا ٭

تجسم سے پیشتر خدا اور انسان کے درمیان ایک بڑی دیوار تھی۔ اس
میں تو کچھ شک نہیں۔ کہ مسیح سے پیشتر بھی بنی آدم خدا کی نسبت سوچتے
اس سے دُعا کرتے اور کسی قدر اس کے احکام کو بجا لاتے تھے۔ لیکن باوجود
اس کے بھی خالق اور مخلوق کے درمیان ایک دیوار تھی۔ وہ دیوار گناہ
کی تھی جس کے باعث بنی آدم اپنے تئیں کامل قدسیت سے علیحدہ
دیکھتے تھے۔ لیکن کلمۃ اللہ کے تجسم نے خالق اور مخلوق کو دوبارہ ایک کر دیا۔ آسمان
اور زمین میں اب ایماندار کے لئے کوئی حقیقی فرق نہیں ہے۔ ایک پہلو سے

مسیح باپ کے ساتھ ایک ہی ماہیت رکھتا ہے۔ وہ حقیقی اور ازلی خدا ہے
دوسرے پہلو سے وہ حقیقی انسان تھا۔ اس انسانیت کے باعث جو اس نے
کنواری مریم سے حاصل کی اس طرح اس نے انسانی جسم اور انسانی روح
کو ہمیشہ کے لئے خدا کے ساتھ ملا دیا۔ اپنی انسانیت کے ذریعہ سے وہ اب
تک اور ہمیشہ بنی آدم پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ وہ انسان ہو کر خدا کے حضور بنی
آدم کے لئے سفارش اور شفاعت کرتا ہے۔ یوں خدا اور انسان کے درمیان
مطابق پولوس کے قول کے ایک درمیانی یا وکیل ہے۔ اپنی انسانیت میں
وہ خالق اور مخلوق کے درمیان وکالت کرتا ہے۔ وہ گنہگاروں کا شفیع ہے
لیکن چونکہ وہ خدا ہے اسلئے اس کی شفاعت کامل طور پر کارگر ہے۔ اگر
وہ انسان نہ ہوتا تو خدا کے حضور کوئی ہمارا ہمجنس ہمارا شفیع نہ ہوتا۔ اگر وہ خدا
نہ ہوتا تو اس کی موت میں کوئی بے انتہا خوبی نیکی اور فائدہ نہ ہوتا۔ ہم نہ کہہ سکتے
کہ اس کا جسم جو ہمارے لئے دیا گیا تھا ہمارے جسموں اور روحوں کو ہمیشہ کی
زندگی تک محفوظ رکھیگا شفاعت کرتا ہوا وہ نہ فقط باپ کی گود میں ہے بلکہ بنی
آدم کے ساتھ بہت ہی نزدیکی رشتہ رکھتا ہے۔ اس نے فی الحقیقت
انسانیت اور الوہیت کو ملا کر پیوند کر دیا ہے +

یہ سب نہ ہو سکتا اگر وہ کنواری مریم کے ذریعہ سے انسانی حدود میں نہ آ جاتا۔
کرسمس ڈے کی خوشیوں کی سب سے اعلٰے وجہ یہی ہے۔ اور نبی نے اپنی
پیشینگوئی میں جو نام اس کو دیا ہے یعنی عمانوایل خدا ہمارے ساتھ۔ اس کا اشارہ
بھی اسی طرف ہے جس دن سے مسیح دنیا میں آیا خدا انسان کے ساتھ ہے گو
وہ تو ہمیشہ سے ہر جا حاضر و ناظر ہے لیکن مسیح میں ہو کر اب اس کی حضوری
کی اور ہی کیفیت ہے۔ مسیح کی پیدائش کے دن سے زمین اور آسمان
کا تعلق بہت ہی نزدیکی ہو گیا۔ مسیح کے ساتھ مل جانا خدا کے
ساتھ مل جانا ہے۔ اور یہ ملاپ خدا کی بادشاہت کی جڑ ہے

بانی مسیح ہی بُنیاد ہے *

روحانی اور اخلاقی دولت کے اس خزانے کا جو مسیح کی پیدائش کے دن سے نوعِ انسانی کے ہاتھ لگا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ اس حکمت راستبازی تقدس اور تجدید کا جو انسانیت کو اس کی پیدائش سے حاصل ہوئی کون پُورا پُورا اندازہ کر سکتا ہے۔ گاہے گاہے اور وقتاً فوقتاً رُوحوں کی نادیدنی سلطنت کی شعاعیں جس پر مسیح حکومت کرتا ہے ہمیں دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن اس کا پُورا منظر اور اس کا پورا جلوہ اسی روز نظر آئیگا جب ہم دوسری دنیا میں پہنچکر ابدی زندگی پر قبضہ اور تصرف کرینگے *

مسیح کا پیدا ہونا اس وقت کیسا حقیر اور بے وقعت معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اُس سے کیسے عظیم الشان نتائج نکلے۔ وہ بیت اللحم میں یوں پیدا ہُوا جیسا کہ اُس روز سینکڑوں بلکہ لاکھوں اور بچے ہوئے ہونگے۔ ایک بچہ افلاس اور تنگی کی حالت میں دنیا میں آیا فرشتوں کے گیت کی آواز بہت کم آدمیوں نے سُنی شاید ہی کسی نے مریم کی صورت یا یوسف کے چہرے کو بغور دیکھا ہوگا بیشک آسمان کی بادشاہت دنیا میں آئی لیکن نمود کے ساتھ نہیں۔ اس سے بڑھکر یہ ایک تعجب کی بات ہے کہ مُدتوں تک مسیح کے شاگردوں اور اُس کے پیروؤں کے دل میں مطلق یہ خیال نہ آیا کہ اس کی پیدائش سے ایک نیا زمانہ شروع ہو گیا ہے۔ پانسو برس تک عیسوی سن نے رواج نہ پایا۔ اور خود مسیحی لوگ رومی سن کو استعمال کرتے رہے۔ سنہ ۵۳۲ء میں ایک شخص نے جس کا نام ڈیوانی سی ییوس تھا مسیح کے روز تولد سے دُنیا کی تواریخ کی تاریخوں کو گننا شروع کیا۔ اس کا یہ کرنا تھا کہ تمام ممالک میں یہی دستور پڑ گیا اور دنیا جلد قائل ہو گئی کہ ایسا ہی کرنا چاہئے۔ اٹھارھویں صدی کے اخیر میں فرانس کی سلطنت میں وہ بڑی تبدیلی ہوئی جو ریولیوشن کے نام سے مشہور ہے۔ اس وقت یہ کوشش کی گئی کہ عیسوی سن کا رواج متروک ہو۔ لیکن اس کوشش میں ذرہ بھی کامیابی نہ ہوئی اب سب دُنیا میں عیسوی سن زیادہ زیادہ رواج

پائے جاتے ہیں۔ لیکن بہت کم آدمی ہیں جو اس سن کو لکھتے وقت دل میں خیال کرتے ہیں کہ مسیح کی پیدائش کتنا بڑا اور عظیم واقعہ تھی گویا اس کے سامنے تمام بادشاہوں کی فتوحات دنیا کے تمام بڑے بڑے انقلاب اور بڑی بڑی ایجادیں ہیچ اور ناچیز ہیں۔ وہ کسی شمار ہی میں نہیں ہیں۔ اور پانسو برس تک دنیا اس سے آگاہ نہ تھی +

دُنیا کا یہی دستور ہے۔ اس کو فی الحقیقت بڑی اور چھوٹی بات کی پہچان اور تمیز نہیں۔ جو واقعات دنیا کی نظر میں اور سننے میں نہیں ہیں اثر زیادہ ہوتا ہے۔ کیا ہماری زندگیوں پر انہیں لوگوں کا زیادہ اثر ہوا ہے جو بہت بولنے والے ہیں جب مسیح پیدا ہؤا اس وقت قیصر کا محل دُنیا کا مرکز تھا۔ مسیح کی چرنی کا کس کو خیال تھا کس کو خبر ہوئی کہ بیت اللحم کی سرائے کے اصطبل میں وہ شخص پیدا ہؤا ہے جس کے سامنے دُنیا ایک دن سر خم کریگی +

---

# آج مسیح خداوند پیدا ہؤا

## لوقا ۲: ۱-۱۴

کلیسیا نے نہایت دانائی کے ساتھ ایسے اوقات مُقرر کئے ہیں جب ہم خاص اشخاص اور خاص اُمور کی نسبت باقاعدہ اور باترتیب غور کر سکتے ہیں۔ جو لوگ مسیح کی پیدائش کو ایک وقتِ مُقررہ پر یاد کرنا قابلِ اعتراض سمجھتے ہیں وہ غالباً کبھی اس عجیب واقعہ پر کماحقہ توجہ نہیں کرتے ہونگے۔ اگر ہم اپنے عزیزوں کی سالگرہ پر خوشی مناتے ہیں تو اپنے خداوند کے تولد پر خوشی منانا ہمارا فرض

ہے۔ آؤ آج پھر اُس سادہ اور دلچسپ قصہ پر غور کریں جو مُقدس لوقا نے اپنی انجیل کے دوسرے باب میں درج کیا ہے ۔

ضرور تھا کہ مسیح یہوداہ کے فرقے میں سے ہو۔ یہ بھی ضرور کہ نبی کی پیشینگوئی کے مطابق وہ بیت لحم میں پیدا ہو۔ لیکن کہاں ایسی غریب عورت مریم اور اُس کے نسب نامہ کی تصدیق کیونکر ہوگی۔ انسان کی عقل حیران تھی کہ اس عقدہ کا حل کیونکر ہوگا۔ لیکن خدا کے انتظام میں سب کچھ ممکن ہے۔ اُس نے رومی قیصر کے دل میں ڈالا کہ یہودیوں کی فرقہ وار مردم شماری کرے اور اسی سلسلے میں مریم ناصرت سے بیت لحم میں گئی۔ یقیناً بادشاہوں کے دل بھی آسمانی شہنشاہ کے اختیار میں ہیں۔ مسیح پیدا ہوتے ہی چرنی میں رکھا گیا کیونکہ اُن کو سرائے میں جگہ نہ ملی۔" اس دلکش واقعہ کی عظمت بیان سے باہر ہے۔ کسی شاہزادے کے لئے جو شاہی محل میں پیدا ہُوا فرشتوں نے کبھی خوشی کے گیت نہیں گائے۔ آسمانی شان و شوکت سے حیوانوں کی چرنی تک پستی! مسیح بتدریج آسمان سے نہیں اُترا۔ وہ یکبارگی عرش سے فرش تک چلا آیا۔ ذرا بیت لحم کی سرائے میں چل کر اُس کو دیکھو۔ اونٹوں کو آگے سے ہٹا دو۔ اے آوارہ گرد لوگو سامنے سے ہٹو۔ اے مریم کیا تجھے کوئی چراغ بھی میسر نہیں ہُوا۔ تیرے پاس کچھ کھانے کو بھی ہے۔ وہ دیکھو مسیح چرنی میں پڑا ہے۔ اپنے سر نیچے کرو اور اس کے سامنے جھکاؤ۔ ابدیت کا خداوند مریم کا فرزند ہے۔ اس بچے کی میٹھی آواز ایک دن گرجا کر مُردوں کو اُن کی قبروں سے بیدار کرے گی۔ مسیح آسمانی تخت سے چرنی میں آیا۔ تاکہ ہم چرنی سے اُس کے تخت تک سرفراز ہوں ۔

دُنیا میں اور بہت سی جگہیں ہیں جہاں مسیح کو جگہ نہیں ملتی۔ شہنشاہوں کے محلوں میں اُس کے لئے جگہ نہیں۔ سلطنت کے درباروں میں مسیح کو کوئی نہیں پوچھتا۔ حکمت عملیاں اور جنگ کے منصوبے اُس راستباز اور سلامتی کے شہزادے کو اندر آنے نہیں دیتے۔ بڑے بڑے امیر اور صاحب اقتدار لوگ

مسیح کے نام سے عار کھاتے ہیں۔ تجارت میں تعلیم کی مجلسوں اور درس گاہوں
میں اس غریب ناصری کو گذر نہیں۔ سب ہم آواز ہو کر اُس کو دھکیل کر
نکال دیتے۔ اور آپس میں کہتے ہیں کہ مسیح کون ہے کہ ہم اُس کی سُنیں +

اس بیان میں فرشتوں کا خاص طور پر ذکر ہے۔ جب باغی اور سرکش
فرشتوں کو آسمان سے نکالا گیا تو مسیح اُن کے بچانے کے لئے مجسم نہ ہوا جب
شیطان اپنے ساتھ آسمانی گروہ کی ایک تہائی کو لے گرا اُس وقت مسیح اپنا
تخت اُن کی خاطر چھوڑ کر نہ اُترا۔ وہ ابرہام کی نسل میں سے ہو کر آنا زیادہ
پسند کرتا ہے۔ باوجود اس کے فرشتوں نے اپنے دل میں نہیں کہا کہ وہ تو
انسانوں کے ساتھ اس قدر ہمدردی کرتا ہے کبھی ہمارے ساتھ نہیں
کی۔ ہم کو اس معاملے سے کیا تعلق۔ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ خوشی سے مسیح
کی پیدائش کی خبر دینے آتے ہیں اور اپنی دلی فرحت کو ضبط نہیں کر سکتے جب
ایک نے اپنا پیغام ختم کیا۔ باقی جو اس وقت تک منتظر کھڑے تھے یکبارگی
اپنا آسمانی نغمہ شروع کرتے ہیں۔ اگر گڈریوں کے دل میں کوئی خوف
اب تک باقی تھا تو اس گیت کی شیریں سُروں نے وہ سب بھلا دیا بلکہ اُن
کے دل میں اُس خوشخبری کا زیادہ یقین پیدا ہو گیا ہوگا۔ کیونکہ اگر کوئی شخص
خوشی کی خبر مغموم اور دبی آواز کے ساتھ دے تو کوئی اُس کا یقین نہیں کرتا۔
ایسے پیغام پہنچانے کے مطابق ظاہری حالت کا ہونا لازمی ہے۔ فرشتوں نے گڈریوں کو
کہا مت ڈرو۔ یہ انجیل کا پیغام تھا۔ پہلے انسان خالق کے نزدیک جانے سے ڈرتا تھا مگر
خدا نے انسان کا جامہ اختیار کرنے سے ثابت کیا ہے کہ وہ ہماری صورت سے بیزار نہیں
بلکہ ہم سے کمال درجہ کی محبت رکھتا ہے۔ اب گنہگار کو اُس کے پاس جانے سے خوف کھانا
نہیں چاہئے۔ یہ خوشخبری سب کے لئے ہے۔ بعض لوگوں کا مذہب نہایت سنجیدہ قسم کا ہے
وہ ہمیشہ منحوس صورت بنائے رہتے ہیں۔ چاہئے کہ وہ فرشتوں سے خوشی
منانا سیکھیں۔ آؤ آج سب مل کر خوشی کے گیت گائیں۔ اے یروشلم کے
ویرانو! آج خوش و خرم ہو۔ اے غمزدو خوشی کے نعرے مارو۔ کیونکہ تمہارا

حقیقی چھدرو آج تمہارے پاس آیا ہے۔ یاد رکھو خوشی اُسی کو ہے جو اُس کو گڈریوں کی طرح سادہ ایمان سے قبول کرتا ہے۔

ایک ضروری سوال اس فرشتے کے پیغام سے پیدا ہوتا ہے جس کا جواب دینا آج ہر ایک مسیحی کا فرض ہے۔ فرشتے نے گڈریوں کو کہا۔ کہ میں تمہیں بڑی خوشی کی خبر دیتا ہوں۔ کہ آج تمہارے لئے ایک نجات دینے والا پیدا ہُوا۔ اب ہر ایک شخص اپنے سے سوال کرے کیا یہ لڑکا میرے لئے تو لد ہُوا۔ کیا وہ مجھے بخشا گیا ہے کیا ہمارا اس بچے کے ساتھ شخصی تعلق ہے۔ کیا وہ ہمارا نجات دہندہ ہے کیا وہ میرا ہے اور میں اُس کا ہوں۔

ان سوالوں پر ہماری دنیا کی خوشی اور ابدی سرور کا دار و مدار ہے۔

ناظرین! جو بچہ آج تمہارے ایمان کی آنکھوں کے آگے بیت لحم کی چرنی میں پڑا ہے اگر وہ تمہارے لئے پیدا ہُوا ہو تو تم ضرور سرنو پیدا ہوئے ہو۔ کیونکہ اگر تم نے نیا جنم نہیں پایا تو وہ تمہارے لئے پیدا نہیں ہوا۔ آج اپنے اپنے دل پر کھنے کا دن ہے۔ ضیافتیں کھاؤ کھلاؤ۔ دوستوں سے ملو لیکن اس شخصی سوال کا جواب ضرور خدا کے سامنے سنجیدگی سے دینا۔ آج قطعی فیصلہ کرنے کا دن ہے۔ آج خاص طور پر مسیح کی محبت اور تجسم کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کیا میں ہر بڑے دن پر اس نجات دہندہ کی پیدائش کی بابت سنتا جاؤنگا اور کبھی اُس کو اپنا نہ بناؤنگا۔ خوش ہو اے تم سب جو مسیح کو اپنی روح کا خداوند بنا چکے ہو۔ فرشتوں کے ساتھ شر ملا کر گاؤ۔ کہ خدا کو آسمان پر جلال۔ زمین پر سلامتی اور آدمیوں سے رضامندی ہووے۔

---

# غریب الوطن شہنشاہ

آسمان کی تواریخ میں ایک وہ وقت آپہنچا جب اس کے سب سے عالی قدر باشندہ کو اپنے وطن سے غیر حاضر ہونا پڑا۔ وہ ایک ساحل سے دوسرے ساحل کی طرف نہیں گیا۔ یہ تو ہم نے بھی بارہا کیا ہے۔ وہ زمین کی ایک جانب سے دوسری

جانب کو روانہ نہیں ہُوا۔ ہم میں سے اکثروں نے اس قدر مسافت طے کی ہے۔ اُس نے ایک جہان سے دوسرے جہان کی طرف کُوچ کیا۔ ہاں ایسی نامعلوم وسعت میں سے جس میں کبھی کسی کا گزر نہ ہُوا۔ اُس نورانی ملک سے اُس کی روانگی کے وقت کس قدر خلقت دریچوں اور بالاخانوں میں جمع ہوئی ہوگی اور اُس شفاف آبدار ساحل پر کس قدر ہجوم وداع کرنے والوں کا ہوگا۔ وہ جاتے جاتے دور دراز فاصلہ طے کر گیا۔ آخر ایک رات وہ زمین پر آ پہنچا۔ اُس کی آمد ایسی خاموش طور پر ہوئی کہ سوائے ایک کے کوئی اُس کو رستہ میں خوش آمدید کہنے والا نہ ملا۔ اور زمین کے بسنے والوں میں سے سب سے اوّل بیت لحم کے غریب دہقانوں کو کان میں خوشی اور فرطِ انبساط کی آوازیں پڑیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا عظیم واقعہ سرزد ہونے والا ہے۔ وہ کون آ رہا ہے۔ وہ کس ملک سے روانہ ہُوا ہوگا۔ وہ کہاں جا رہا ہے۔ میں گڈریوں سے پوچھتا ہوں۔ میں فرشتوں سے سُوال کرتا ہوں۔ اب مجھے پتہ لگ گیا۔ یہ کوئی غریب الوطن ہے۔

دُنیا میں بہت سے لوگ جلاوطن گزرے ہیں۔ ابراہام حاران سے اور یُوحنّا فسس سے جلاوطنی میں گیا۔ زمین پر کئی ایک بڑے نامی آدمی اپنے اپنے وطن سے خارج کئے گئے۔ لیکن جس غریب الوطن کا ذکر میں اس وقت کر رہا ہوں وہ آسمان اور زمین کے سب جلاوطنوں سے زیادہ یاد رکھنے کے قابل ہے کیونکہ وہ بڑی دھوم دھام سے وداع ہُوا لیکن کیسا سخت پھیکا اُس کا استقبال ہُوا۔

اوّل قابلِ غور ہے کہ مسیح ایک شاہی پردیسی تھا۔ اس نے تخت چھوڑا تاج اُتار کر رکھ دیا۔ اپنے عالیشان محل سے نکل آیا۔ اُسکے خاندان میں شہزادے اور شہزادیاں تھیں۔ ملکہ وشتی کو اخسویرس بادشاہ نے محل سے نکلوا دیا۔ داؤد کو ابی سلوم کی بدنامی نے تخت سے گرا دیا۔ پانچ بادشاہوں کو یشوع کی ہمت نے ایک غار میں دھکیل دیا۔ انگلستان اور فرانس کے بعض شاہوں کو بے صبر اور حریص اُمرا نے معزول کر دیا۔ لیکن مسیح اپنی روانگی کے دن بھی اپنے وطن

میں نہایت عالیشان اور ہر دلعزیز تھا۔

جلاوطنوں کو بڑی سختی سے ملک بدر ہونا پڑتا ہے۔ لیکن مسیح برضا و رغبت خوشحال چھوڑ کر عرش سے فرش پر ایک بھیڑوں کے باڑہ میں آگیا۔ اُس کو کسی نے نکالا نہ تھا اور نہ غیر ملک میں ہتھکڑی لگا کر بھیجا گیا۔ وہ اس لئے پردیس میں نہ آیا کہ اُس کی وطن میں ضرورت نہ تھی۔ لیکن اپنی مرضی سے اُس نے وہ جلاوطنی اختیار کی جو بلحاظ وقت کے جزیرۂ سینٹ ہلینا میں شاہ نپولین کی جلاوطنی سے پانچ گنا تھی اور صعوبت میں اُس سے ہزار درجہ بدتر۔

نپولین اسلئے جلاوطن کیا گیا کہ اُس نے قوموں کو تباہ کیا تھا لیکن مسیح نے جہان کو بچانے کے لئے غربت اختیار کی۔ وہ ابدی شہنشاہ ہو کر جلاوطن ہُوا۔ "برکت اور عزت اور جلال اور قوت اُس کے لئے جو تخت پر بیٹھا ہے"۔

پھر دیکھئے کہ مسیح گویا ایک اُجاڑ بنجر ٹاپو میں جلاوطن تھا۔ نُور کی بے حد وسعت میں ہماری زمین ایک نہایت چھوٹا سا ٹاپو ہے دوسرے عالم شمسی ہمارے نظام شمسی سے ہزاروں درجہ بڑے ہیں مسیح گویا اس تمیس جزیرے میں آیا جلاوطن عموماً ریگستان یا سرد یا گرم علاقوں میں بھیجے جاتے ہیں۔ مسیح ایک ایسی دنیا میں آیا جو حرارت سے جلی ہوئی اور برودت سے بیزار ہے۔ جہاں بیابان بادِ سموم کے دم سے سنسان ہیں۔ گویا یہ زمین مخلوقات کی پسِ پُشت ایک ویرانہ ہے۔ مسیح اس اُجاڑ ٹاپو کے ایک نہایت غریب حصہ میں آیا۔ ایشیا کوچک کی گرمی۔ الاماں۔ کسی اجنبی کا کیا مقدور کہ اُس کی برداشت کرسکے۔ اور برسات کے موسم میں تو دیسیوں کا بھی ناک میں دم ہوتا ہے۔ مسیح کسی معتدل علاقہ میں نہیں آیا بلکہ ایک ایسے ملک میں جو سال کا تیسرا حصہ زیرِ آب اور دوسرا تہائی حصہ آفتاب کی جلانے والی کرنوں میں شعلہ زن ہوتا ہے۔ صرف باقی تہائی حصہ زندگی بسر کرنے کے لائق ہے۔ مسیح کے لئے یہ دُنیا کیسی اُجاڑ تھی۔ جہاں اُس کو بہت تھوڑی عزت اور محبت اور شکر گزاری نصیب ہوئی۔

پھر ایک قدم آگے چل کر دیکھو کہ مسیح ایک مخالف ملک میں جلاوطن تھا۔ دنیا نے ایک اصطبل کے پھاٹک میں سے اُسے اندر آنے دیا اور بھالے کی نوک اُس کی پسلی میں گاڑ کے اُس کو نکال دیا۔ رومی سلطنت اپنے کیل کانٹے سے اپنے عدالتوں کے فیصلے سے غرض ہر صورت سے اُس کی مخالف تھی اُس کے اس دنیا میں آنے کے بعد کئی سال تک یہی سوال درپیش تھا کہ اُس کو کیونکر خارج کیا جائے۔ ہیرودیس اُس کا مخالف۔ سردار کاہن اُس کا دشمن۔ فریسی اُس سے متنفر۔ یہوداہ اسکریوتی اُس کی گھات میں صلیب پر لٹکا ہوا چور اُس پر طعنہ زن تھا۔ گویا ساری دنیا اُس کی رفتار کی طرف خفیہ نگاہ رکھتی تھی۔ اور وہ اس مخالفت کے مقابل سینہ سپر رہا۔ قابل غور ہے کہ مسیح کے سارے زخم اُس کے سامنے کی جانب تھے۔ چند کوڑوں کے نشانات کاندھوں کی پُشت پر تھے مگر اکثر زخم بدن کے اگلی طرف تھے جب وہ جان بحق ہُوا وہ مخالفت کی طرف پیٹھ پھیر کر چھپا نہیں تھا۔ بلکہ دُنیا کی سختیوں کے مقابل ہو کر کھڑا تھا۔ دُنیا کا گناہ اور رنج و غم اُس کے سامنے تھا۔ مرتے دم اُس کی نگاہ اپنے مخالفوں کے تند چہروں پر تھی۔ جب رومی افسر گھوڑا دوڑاتا ہوا اُس کے نزدیک آیا تاکہ اُس مصیبت زدہ جلاوطن کے رنجیدہ چہرے کو دیکھے تو مسیح دیکھ رہا تھا۔ جب بھالے سے اُس کی پسلی چھیدی گئی اور ہتھوڑے سے اُس کے ہاتھ اور پاؤں میں کیل گاڑے گئے اور جب کانٹوں کی نوکیں گوشت کے اندر گاڑنے کے لئے سرکنڈا اُٹھایا گیا تو سب کچھ مسیح کی نظر سے گذر رہا تھا۔ جب اُس کے ہاتھ صلیب پر کاٹھ میں ٹھونکے گئے تو وہ گویا برکت دینے کے لئے پھیلائے ہوئے تھے۔ قابلِ لحاظ ہے کہ اُس کا سر صلیب کے ساتھ بندھا ہُوا نہیں تھا وہ اُس کو اُوپر نیچے اور دہنی بائیں طرف پھر اسکتا تھا۔ اُس نے اپنے ہاتھوں میں گڑی ہوئی کیلوں کو بآسانی کھینچا۔ کوئی بیہوش کرنے والی دوائی اس کو دی نہ گئی۔ اور اُس نے آسمانوں کی تاریکی اور چٹانوں کی جنبش

اور پُر غضب چہروں اور شیطانی قہقہہ کو اپنے درست ہوش و حواس میں دیکھا۔ آہ! اس اُجاڑ ٹاپو میں اُس کی کیسی مخالفت کی گئی +

میں اِس سے اور آگے بڑھ کر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جلاوطن اپنے وطن سے دور تھا۔ سُورج زمین سے نو کروڑ پچاس لاکھ میل کے فاصلہ پر ہے اور تمام ہیئت دان متفق الرائے ہیں کہ ہمارا نظام شمسی خلقت کے کارخانہ میں ایک نہایت ادنٰے پُرزہ ہے اور سب نظام شمسی کسی بڑے نظام کے حصہ ہیں اور سب کا مرکز اس قدر فاصلہ پر ہے کہ اُس کا قیاس کرنا بھی ناممکن ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسی مرکز کا نام آسمان ہے۔ اگر یہ قیاس صحیح ہو تو مسیح اپنے وطن سے کس قدر دُور آپڑا تھا +

کیا تم نے کبھی خیال کیا کہ مسیح وطن کو جانے کے لئے کیسا تڑپتا تھا جب تم اپنے گھر بار سے چند ہفتوں کے لئے غیر حاضر ہو تو تم جانتے ہو تمہارے دل میں گھر جانے کو کیسی بیقراری ہوتی ہے۔ مسیح تینتیس سال گھر سے دور رہا۔ تم ایک سَو یا ہزار میل کے فاصلہ پر گھبرا جاتے ہو مگر مسیح کے وطن کا فاصلہ حساب سے باہر تھا۔ انسان خوش گوار اور دل پسند سامان کے درمیان بھی اپنے وطن کے لئے آہیں بھرتا ہے تو مسیح کا کیا حال ہُوا ہوگا جبکہ وہ جھونپڑیوں میں سوتا تھا اور بھوکا اور پیاسا ہوتا اور سفر کی تکالیف اُٹھاتا رہا۔ میں نے ملک سوئٹزرلینڈ کے باشندوں کی نسبت پڑھا ہے کہ جب وہ پردیس میں اپنے ملکی راگ کو سُنتے ہیں تو وطن کی اُلفت ایسی جوش زن ہوتی ہے کہ اُن کو ایک قسم کا مالیخولیا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس بے قراری کے صدمہ سے اُن کا دم بھی نکل جاتا ہے۔ لیکن مسیح کی بے قراری پر غور کرو۔ افلاس سماوی خزانوں کے لئے بے قرار ہے۔ ایذا ہوشعنا کے لئے اور تکان آرام کے لئے تڑپ رہا ہے۔ فرشتوں اور مُقرب فرشتوں کی رفاقت کے لئے بے قراری۔ دُنیا کے کفر اور ظلمت اور طوفان سے نکل جانے کی بے قراری اس حالت میں ایک ایک دن پہاڑ ہو کر گزرتا ہے تو مسیح کو وہ تینتیس سال

کس قدر ویرانہ معلوم ہوتے ہونگے۔ تم نے مسیح کے اور رنج و دکھ کو سمجھنے کی
بارہا کوشش کی ہے مگر نجات دہندہ کی اُس بے قراری کی عظمت اور کثرت
کا اندازہ کرنے کا کبھی قصد نہیں کیا ہوگا۔

میں ایک اور قدم آگے بڑھا کر کہتا ہوں کہ مسیح ایسی جلاوطنی میں تھا۔
جس کے انجام پر موت نظر آتی تھی۔ مشہور مُصوّر ہولمین ہنٹ نے ایک
تصویر کھینچی ہے جس میں مسیح ناصرت کے ایک بڑھئی کی دُکان میں ہے۔ اُس
کے چاروں طرف مختلف آلات پڑے ہیں۔ مصوّر نے مسیح کو ایسا دکھایا ہے
کہ گویا وہ اپنے کام سے اُٹھ کر اور اپنے ہاتھ پھیلا کر انگڑائی لے رہا ہے جیسا کہ
انسان کسی تنگ جگہ میں دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد کیا کرتا ہے اور تصویر میں
روشنی کو ایسے پہلو میں رکھا ہے کہ مسیح کے پھیلائے ہوئے بازو اُس کے جسم
کے ساتھ مل کر صلیب کا نقشہ کھڑا ہو جاتا تھا۔ یہی صلیب کا سایہ مسیح کی زندگی
کے ہر ایک فعل پر تھا۔ بیت لحم کی چرنی میں اور اُس دریا پر جب پر مصر کو بھاگتے
ہوئے وہ گزرا وہی صلیب کا سایہ تھا۔ یہی سایہ گلیل کی جھیل پر تھا جس
وقت مسیح اُس شفاف فرش زمردین پر چل رہا تھا۔ اماؤس کی سڑک پر اور
کدرون کے نالے پر اور ہیکل اور کوہِ زیتون کے پہلو پر وہی صلیب کا سایہ
تھا۔ طلوع اور غروب آفتاب پر وہی سایہ نظر آرہا تھا رومی شہنشاہ
قسطنطین نے اپنی فوج کے ہمراہ جاتے ہوئے ایک ہی مرتبہ گنبد سپہر
پر صلیب کا نقشہ دیکھا مگر صلیب ہر وقت مسیح کی آنکھوں کے سامنے تھی۔

سخت منزل میں ہمیں اس خیال سے تسلی ہوتی ہے کہ مسافت کے انتظام پر
بڑی محبت سے ہماری خاطر تواضع ہوگی لیکن مسیح کو معلوم تھا کہ اس پُرتکلیف
رستہ کا خاتمہ ایک ایسے بے برگ درخت پر ہوگا جس کی دو شاخیں ہونگی اور جس کا پھل نہایت کڑوا ہوگا
ہائے! یہ کیسی غریب الوطنی تھی۔ جس کا آغاز سختی میں ہوا اور انجام قتل میں۔
اور یہ جلاوطنی کس لئے ہوئی۔ دنیا میں بعض اوقات بدی سے نیکی نکلتی ہے۔
یقین جانو کہ حلقۂ مخلوقات کے اس سب سے بڑے بھاری جرم سے بھی

ابن اللہ کے مارے جانے سے ایسے نتائج نکلینگے جو نہ ازل سے ہوئے اور نہ کبھی ہونگے مسیح نے آسمان کی طرف جانے والوں کے لئے رستہ کھول دیا ہے۔ جو اُس کو قبول کرے وہاں جا سکتا ہے۔ کفارہ اِتنا بڑا جہاز ہے کہ سب جو اُس میں سوار ہوں اُن کو بہ آسانی لے جا سکتا ہے۔ یسوع مسیح جو راستباز ہے ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے نہ فقط ہمارے گناہوں کا بلکہ ساری دنیا کے گناہوں کا بھی۔

کیسی خوشی کی بات ہے کہ یہ غریب الوطن شہنشاہ واپس گیا ہے اور اُس نے پھاٹک کو کھلا چھوڑ دیا ہے۔ اکثر مسیحی لوگ مرتے وقت کہا کرتے ہیں کہ میں گھر کو جاتا ہوں۔ میں نے بہت سے مسیحی مرتے دیکھے ہیں اور [illegible] بھی آخری کلمات یہی اکثر سُنے ہیں کہ میں گھر کو جاتا ہوں۔ اس جلا وطنی سے اور گناہ اور رنج اور غم سے۔ جاتا ہوں۔ اپنے ان عزیزوں کی خوشی میں شامل ہونے جو آگے گئے ہیں۔ ہاں جاتا ہوں۔ میں گھر کو مسیح کے پاس اور خدا کے پاس۔ میں وہاں رہنے کے لئے جاتا ہوں۔ وہ تمہارے عزیز کہاں ہیں جو مسیح میں ہو کے گزر گئے۔ تم اُن کے لئے افسوس کرتے ہو۔ نہیں بلکہ اُن کو تمہارے لئے افسوس کرنا چاہئے کہ تم گھر سے دور بے وطن ہو۔ وہ تو گھر میں ہیں۔ اوہ! وہ کیسا خوشی کا وقت ہوگا تمہارے لئے جنہوں نے مسیح کو قبول کیا ہے جب کہ آسمان کا دربان تمہاری طرف مخاطب ہو کر کہیگا کہ اپنی پھٹی پرانی جوتی اُتار۔ تیرا سفر تمام ہوا۔ تلوار اُتار کر رکھ دے کیونکہ جنگ ختم ہو چکا۔ بکتر اُتار کر فتحمندوں کا لباس پہن لے یہی فتح خدا سب کو نصیب کرے۔

# تجسمِ الٰہی

"کلام مجسم ہُوا" (یُوحنّا ۱ : ۱۴)

"عقل اور مذہب" کے زیرِ عنوان ہم نے یہ ثابت کیا کہ عقلِ طبعی خُدا کے صحیح اور یقینی علم کے حصُول میں قطعی قاصر ہے۔ اور موجُودات کے محدُود دائرہ میں ہزارہا سال سے گردش کرنے کے بعد اُس کی تحقیق و تدقیق کے حاصلات و نتائج وہمی ہیں۔ اور اُس کے بعد "الہام کی ضرورت" کے زیرِ عنوان یہ ثابت کیا گیا کہ جب محدُود و متنزّل عقل کے ذریعے خُدا کی ہستی کا صحیح علم حاصل نہ ہو سکا تو خُدا نے الہام کے ذریعے یہ مقصد حل کر دیا۔ اب یہاں پر ہم دلائلِ یقینیہ و براہینِ قطعیہ سے ثابت کریں گے کہ عقلِ محض اور الہامِ محض سے بھی خُدا کی ماہیت و حقیقت کا یقینی علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور پھر وہ آخری اور صحیح طریقہ پیش کریں گے جس سے یہ مطلب کُلّی طور پر حاصل ہو سکتا ہے۔ اور سلسلہ وار تینوں مسائل پر مختصر طور پر بحث بھی کریں گے۔

## موجُودات اور خُدا کا علم

جب ہم موجُودات کی تمام اشیاء پر ایک تحقیقی اور ہمہ گیر نظر ڈالتے ہیں۔ تو اِتنا معلُوم ہوتا ہے کہ اِس قصرِ فطرت کا ضرور کوئی معمار ہے۔ اور ہم بطور استدلال اِنّی معلُول سے علّت اور مصنُوع سے صانع کا تصور کر سکتے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ خُدا کی نسبت معلُوم ہو سکتا ہے وہ اُن کے باطن میں ظاہر ہے۔ اس لئے کہ خُدا نے اُس کو اُن پر ظاہر کر دیا۔ کیونکہ اُس کی اَن دیکھی صفتیں یعنی اُس کی ازلی قُدرت اور الُوہیت دُنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہُوئی چیزوں کے ذریعے سے معلُوم ہو کر صاف نظر آتی

ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کو کچھ عذر باقی نہیں" (رومی ۱: ۱۹-۲۰) لیکن مشاہدۂ فطرت
سے صرف اُس کی موجودگی ہی ثابت ہوتی ہے نہ کہ ماہیت اور حقیقت۔ مثلاً کسی
جنگل میں ہاتھی کے نقشِ پا دیکھ کر کوئی عقلمند یہی اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس
جنگل میں ہاتھی ضرور موجود ہے۔ لیکن اُس ہاتھی کے قد و قامت۔ قوت و ضعف
اور رنگ اور تذکیر و تانیث اور دیگر کئی امور کے متعلق اُن آثارِ پا سے کچھ علم
حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ صرف ہاتھی کی موجودگی ہی ثابت ہو سکتی ہے۔ کسی
عالیشان عمارت کے دیکھنے سے اُس کے بنانے والے معمار کی محض ہستی ہی
ثابت ہوگی، مگر اُس کی شکل و شباہت۔ خد و خال۔ عادات و خصائل اور
طبیعت و مزاج کا علم عمارت کے مشاہدہ ہی سے حاصل ہونا ناممکن و محال
ہے۔ اسی طرح مشاہدۂ دُنیا و مافیہا سے من حیث الآثار صرف اِتنا ہی ثابت
ہوتا ہے کہ خُدا موجود ضرور ہے۔ پر یہ نہیں جان سکتے کہ وہ کیسا ہے؟ مصنوع
کے مشاہدہ سے اگر خالق کا یقینی اور قطعی تصور حاصل ہو سکتا تو دُنیا میں خُدا
کی ہستی و ماہیت کے متعلق مختلف و متضاد عقائد وجود میں نہ آتے۔ جہاں
تک اِنسان نے اپنی عقلِ ناقص و فکرِ محدود پر بھروسہ کر کے خُدا کی ماہیت
و حقیقت کی تحقیق کی وہاں تک وہ ضلالت و گمراہی میں پڑ گیا۔ یعنی "اُن کے
بے سمجھ دلوں پر اندھیرا چھا گیا۔ وہ اپنے آپ کو دانا جتا کر بے وقوف بن گئے"
(رومی ۱: ۲۱-۲۲) مشہور یونانی حکیم سینکا کا عقیدہ اِس عقلی گمراہی کے نتیجے
طور پر یوں ہے "ایک طرح پر فلاسفر کا مرتبہ خُدا سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ بجز اِس
کہ وہ فانی ہے اور کسی حیثیت سے فلاسفر کا مرتبہ خُدا سے کم نہیں" پھر آرین
عقیدہ اِنسانی عقل کی گمراہی کا جوں آئینہ دار ہے "جہاں تک عقلی و اخلاقی زند
کا تعلق ہے دانشمند شخص خُدا سے کم نہیں ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ عقلِ دوربین مشا

بطرف سے اُس ذاتِ الٰہی اور وجُودِ لامتناہی کو جو فوق الفہم و العقل ہے جان نہیں سکتی +

## الہام اور خُدا کا علم

"لیکن جب دُنیا نے اپنی حکمت سے خُدا کو نہ جانا" (۱ کرنتھی ۱: ۲۱) تو خُدا نے بذریعۂ الہام اپنی ذات و صفات کو انسان پر ظاہر فرمایا۔ اور جو عُقدہ عقل مشاہدۂ کائنات سے حل نہ کر سکی وُہ الہام نے حل کروایا۔ یعنی جس منزل پر پہنچ کر عقل دُور بین دَنگ اور فہم تیز رو لنگ ہو گئی اُس سے آگے مشعلِ الہام نے اُس کی رہبری و رہنمائی فرمائی یعنی "جو چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں۔ نہ کانوں نے سُنیں۔ نہ آدمی کے دل میں آئیں وُہ سب خُدا نے اپنے محبّت رکھنے والوں کے لئے تیار کر دیں۔ لیکن ہم پر خُدا نے اُن کو رُوح کے وسیلے (بذریعہ الہام) ظاہر کیا" (۱ کرنتھی ۲: ۹-۱۰) عقل کی روشنی میں تو انسان حقائق رُوحانیہ اور دقائق غیر مرئیہ کی تفہیم و تحقیق میں قاصر رہا۔ کیونکہ عقل کا دائرۂ تحقیق محسُوسات و مرئیات تک ہی محدُود ہے۔ لیکن خُدا تعالٰی نے نادیدنی رُوحانی حقیقتیں بذریعہ الہام انسان پر ظاہر فرمائیں۔ اب الہام چُونکہ حقائقِ الٰہی کا محض لفظی بیان ہے۔ اور الفاظ انسان کے وضع کئے ہُوئے اور محدُود ہیں۔ اس لئے الہام سے بھی اُس کی ماہیت و کُنہ کا ثبوتی تصوّر اور یقینی علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ لفظ خُدا سے خُدا کے متعلّق کچھ علم اِس کے سوا حاصل نہیں ہو سکتا کہ لُغت کے واضع نے یہ لفظ آفرینندۂ کائنات کے لئے وضع کر دیا ہے۔ اگر کسی ایسے شخص کو جس نے کبھی شیر نہیں دیکھا ایک کاغذ پر لفظ شیر لکھ کر دکھائیں تو کیا اُس شہزورِ درندہ کا صحیح تصوّر اُس کو ہو جائے گا؟ اگر ایسا ہونا مُمکن ہوتا تو کبھی کسی کو شیر دیکھنے کی ضرُورت ہی نہ رہتی بلکہ اِن تین حرُوف ہی میں بشکلِ اصلی نظر آجایا کرتا۔ اور یہی جو جماعت اوّل

میں پڑھتے ہیں وُہ خ د ا کے مُرکّب سے خُدا کو جان لیتے اور یوُں بے علم لوگ کے سوا کوئی بھی دُنیا میں خُدا کا مُنکر نہ ہوتا۔ جس طرح جُغرافیہ کی کتاب میں امریکہ۔ جرمن۔ آسٹریلیا۔ انگلینڈ اور دیگر صدہا ممالک کے نقشے اور حالات موجُود ہیں۔ مگر باوجُود اِس کے جُغرافیہ کے مطالعہ سے ہم اُن ممالک کی بابت کماحقہٗ علم حاصل نہیں کر سکتے۔ اور نہ کتاب کے ذریعے اُن کی سیر ہی ہو سکتی ہے۔ اور جیسے جُغرافیہ کے علم کے باوجُود اِنسان میں یہ زبردست خواہش پائی جاتی ہے، کہ کِسی صُورت اُن ممالک کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لُطف اُٹھائے اُن کی سیر و سیاحت سے بہرہ اندوز ہو، اور اپنے جُغرافیائی علم میں اپنے تجرباتی علم کا اضافہ کرے۔ اِسی طرح الہام محض سے عالمِ لاہُوت اور خُدا کی ماہیت و کُنہ کا تجربی علم اِنسان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اُس کے دِل میں دیدارِ الٰہی کی زبردست خواہش بے قرار ہو کر چٹکیں لیا کرتی ہے۔ الہام سے صرف وُہ فیوُض غیبی اور حقائق لاریبی لفظی طور پر معلُوم ہو سکتے ہیں۔ جن کے جاننے میں عقلِ مجرّد مُعطّل ثابت ہوتی ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ خُدا کا یقینی اور صحیح تصوّر دلانے میں الہام بھی قاصر رہتا ہے۔ اِنسانی فِطرت ایک متشکّل و متشخّص وجُود میں خُدا بینی کا تقاضا کرتی ہے۔ اور تنظریات سے آسُودہ نہیں ہو سکتی۔

## ایک سعیدہ خواہش

خُدائے حکیم و قدیر و قادر نے اِنسان کی ذات میں خواہش بھی پیدا کر دی ہے۔ اور جتنی خواہش اِنسان رکھتا ہے اُن کے پُورا کرنے کے لئے نیچر میں سامان بھی ویسے ہی مہیا کر دیئے ہیں۔ اگر کِسی کو علم کی خواہش ہے تو علم موجُود ہے۔ اگر کوئی سیم و زر چاہے تو وُہ بھی موجُود ہے۔ اگر کُچھ سُننا چاہے تو کان بھی ہیں راگ اور اصوات

ہیں۔ اگر اعلےٰ مراتب کی خواہش ہو تو وہ بھی موجود ہیں۔ غرضیکہ جیسی جیسی انسان کی خواہشیں ہیں ویسے ویسے اُن کے جواب بھی فطرت کے عجائب خانہ میں موجود ہیں۔ ایسی کوئی بھی خواہش نہیں کہ جس کا جواب نہ ہو۔ خواہش کا وجود اشیاء خواہیدہ کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔ اب انسان فطری و جبلی طور پر یہ خواہش اپنے دل میں رکھتا ہے کہ وہ کسی صورت اپنے معشوقِ حقیقی ابدی و ازلی کے دیدار فیض آثار سے اپنی تشنئہ دید آنکھوں کی ضیافت کر سکے۔ الہامی صحائف خدا کی چٹھیاں ہیں لیکن خطوط و مراسلات انسان کی خدا بینی و یزداں پرستی کی زبردست خواہش کی تسکین کا موجب نہیں ہو سکتے۔ یہ جذبۂ سعیدہ انسانی بنیچر کا وہ جبلی خاصہ ہے جس کے معصوم و کیف آگیں اثرات سے مسحور ہو کر انسان اپنے پردہ نشین محبوب کے اشتیاقِ دیدار میں تڑپ جاتا۔ اور اُس کے تخیل و تصور کی معصوم و سحر آگیں تجلی میں اپنے آپ کو کھو دیتا ہے۔ اور اُس کے خیالِ حسن و جمال کے کیف زا تاثرات اُس کے لطیف جذبات پر کھیلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ وہ جذبہ ہے جو انسان کے روحانی و جسمانی قوٰی کو سکیڑ کر ایک مرکز پر جمع کر دیتا ہے۔ اور جب انسان کبھی صورت اپنی اِس عزیز ترین آرزو کو پورا ہوتے ہوئے نہیں دیکھتا تو ناکام تمنا ہو کر یہ سمجھنے لگتا ہے کہ گویا وہ پھٹ جائے گا۔ چنانچہ اسی پاکیزہ جذبہ کی ترجمانی موسیٰ چند الفاظ میں یوں کرتا ہے۔ "میں تیری منت کرتا ہوں مجھے اپنا جلال دکھا دے" (خروج ۳۳: ۱۸) پھر داؤد نبی اپنی ہستی کو خدا کی محبت کی قربان گاہ پر نثار کر کے یوں بول اُٹھتا ہے "جیسے ہرنی پانی کے نالوں کو ترستی ہے۔ ویسے ہی اَے خدا! میری روح تیرے لئے ترستی ہے۔ میری روح خدا کی۔ زندہ خدا کی پیاسی ہے" (زبور ۴۲: ۱-۲) "صبح کا انتظار کرنے والوں سے زیادہ۔ ہاں صبح کا انتظار کرنے والوں سے کہیں زیادہ۔

میری جان خُداوند کی منتظر ہے" (زبور ۱۳۰: ۶) پھر فلپُّس خُداوند مسیح سے یہی سوال کرتا ہے۔" اَے خُداوند باپ کو ہمیں دِکھا یہی ہمیں کافی ہے"۔ (یوحنا ۱۴: ۸) جبکہ اِنسان کی تمام جسمانی اَور رُوحانی خواہشات کا جواب اُس قادرِ کریم نے اِسی فِطرت کے کارخانے ہیں دے دِیا ہے، تو نہایت مُناسب اَور ضرُوری ہے کہ وُہ اِنسان کی اِس نیک ترین اَور واجبی خواہش کا بھی کوئی تسلی بخش جواب دے:

## مظہر اَور خُدا کا عِلم

قبل ازیں ہم اچھی طرح سے ثابت کر آئے ہیں کہ موجُودات کے مشاہدہ سے صرف خُدا کے وجُود با وجُود ہی کا علم حاصل ہوتا ہے یعنی صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ "وُہ ہے"۔ لیکن یہ معلُوم نہیں ہوتا کہ وُہ کیسا ہے۔ اَور الہام سے صرف لفظی اَور تمثیلی عِلم اُس کی حقیقت کا حاصل ہوتا ہے لہٰذا اِن دونوں صُورتوں میں وُہ ایک نامظہُور اَور نامعلُوم خُدا رہتا ہے۔ اِس لئے جو لوگ موجُودات کے مشاہدہ سے بطور استدلال اِنّی یا الہام محض سے لفظی و تمثیلی طور پر خُدا کا ناکامل اَور دُھندلا سا تصوّر لے کر اُس کی عبادت کرتے ہیں، وُہ یقیناً ایک نامعلُوم خُدا کی پرستش کرتے ہیں۔ اَور نامعلُوم کی پرستش کسی حقیقت کی نہیں بلکہ ایک وہم کی پرستش ہے۔ جیسے مُقدّس پولُوس رسُول اتھینے والوں کو فرماتا ہے۔"مَیں نے سیر کرتے اَور تمہارے معبُودوں پر غور کرتے وقت ایک ایسی قُربان گاہ بھی پائی جس پر لکھا تھا کہ "نامعلُوم خُدا کے لئے"۔" پس جس کو تُم بغیر معلُوم کئے پُوجتے ہو۔ مَیں تمہیں اُسی کی خبر دیتا ہُوں" (اعمال ۱۷: ۲۳) اَور خُداوند مسیح نے سامری عورت کو فرمایا "تُم جسے نہیں جانتے اُس کی پرستش کرتے ہو۔ ہم جسے جانتے ہیں اُس کی پرستش کرتے ہیں"۔ (یوحنا ۴: ۲۲) پس لامحالہ اِنسان کی خُدا طلبی اَور خُدا بینی کی فِطری خواہش کا جواب دینے اَور خُدا

کی ماہیت وحقیقت کے یقینی علم کے حصُول کے لئے مظہر کی ضرُورت ہے۔ تاکہ ایک تو انسان اُس کے دیدارِ فیض آثار سے لُطف اندوز ہو کر اپنی خواہش کا جواب پائے، اور دُوسرے اس الطف و ادق اور نادِیدہ وجُود کی خصائص ذاتیہ اور شمائل باطنیہ سے بحدِّ امکان واقفیت حاصل کر سکے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ انسان محدُود العلم اور ناقص العقل تو اپنے محدُود ذہن سے اس بے حد و محیطِ کُل وجُود کو جان نہیں سکتا۔ اس لئے ضرُور ہے کہ خُدا تعالیٰ اپنے آپ کو کسی دیدنی اور محدُود مظہر میں ظاہر فرمائے۔ اور وُہ مظہر انسان اور خُدا کے درمیان برزخ کامل ہو کر رشتہ حادث بالقدیم قائم کرے۔ چُنانچہ وُہ مظہرِ الہٰی خُداوند مسیح ہے۔ اُس نے فلپُّس کے جواب میں فرمایا "اے فلپُّس میں اتنی مُدت سے تُمہارے ساتھ ہُوں کیا تُو مُجھے نہیں جانتا؟ جس نے مُجھے دیکھا اُس نے باپ کو دیکھا۔ تُو کیونکر کہتا ہے کہ باپ کو ہمیں دکھا؟ کیا تُو یقین نہیں کرتا کہ میں باپ میں ہُوں اور باپ مُجھ میں ہے؟" (یُوحنا ۱۴: ۹-۱۰) یُوحنا رسُول فرماتا ہے کہ "خُدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اُسی نے ظاہر کیا۔" (یُوحنا ۱: ۱۸) بعض حضرات کہا کرتے ہیں کہ تجسّم مستلزم قبائح عقلیہ ہے۔ یعنی کہ خُدا جو بے حد۔ محیطِ کُل۔ ازلی۔ ابدی اور قدیم کیونکر حد و حدُوث میں آسکتا ہے۔ یعنی لامحدُود خُدا محدُود کیسے ہو سکتا ہے۔ اِس کے متعلق اِس قدر عرض ہے کہ اگر خُدا کے بعد کا کسی حد میں آجانا ممتنع ہے، تو انسان محدُود کا بے حد ہو جانا اُس سے زیادہ محال ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ انسان اور خُدا کا مِلاپ محال ہے۔ محدُود انسان اُس لامحدُود ہستی کے دیدار سے لُطف اندوز نہیں ہو سکتا، جب تک وُہ کسی دیدنی مظہر میں ظاہر ہو کر حد و حیز کی قیُود میں نہ آئے۔ مِلاپ کی اِن دو صُورتوں میں سے ایک صُورت ہی ممکن ہے۔ یعنی کہ یا تو محدُود بے حد ہو

جائے یا بے حد محدود ہو جائے۔ یہ تو عین قرین عقل ہے کہ محدود ممتنا
وجود تو کبھی بے حد ہو نہیں سکتا۔ اور ذات بے حد کی قدرت و اختیار
ہے کہ حد میں آجائے۔ دراصل حد اور بے حدی میں خصوص و عموم
نسبت ہے۔ اور خصوصیت عمومیت کی ایک فرد ہے۔ خصوصیت ایک
خاص کلی ہے اور عمومیت عام کلی ہے۔ حد میں خصوصیت ہے اور
حدی میں عمومیت۔ ازیں جہت تمام حدود بے حدی کے حیطۂ لا متنا
میں شامل ہیں، اس سے باہر نہیں۔ پس بے حد کا کسی حد میں آجانا محال
نہ ٹھہرا۔

دوم۔ جب خدا کی ذات بے حد ہے تو ضرور اس کی صفات بھی
بے حد ہوں گی۔ اور اس کی جملہ صفات کاملہ میں سے ایک صفت قدرت
ہے۔ اور اس کی اس بے حد ازلی صفت کا نتیجہ یہ محدود اور حادث
کائنات ہے۔ جبکہ اس کی بے حد صفات کے نتائج محدود و حادث
سکتے ہیں، تو اس کی ذات کا حد و حدوث میں آجانا کیسے محال ہو سکتا
ہے؟ اور اس کا حد میں آنا اُن شرائط کے ماتحت ہو سکتا ہے جن سے
اس کی ذاتی خاصیت و طبیعت میں فرق نہ آئے۔ اور اگر بے حد کا حد
آنا امر ممتنع ہے تو اس سے اس کا نقص قدرت لازم آئیگا۔ جبکہ محدثات
ممکنات اس کی بے حد قدرت کے آثار ہیں، تو مسیح خداوند "اس کے جلال
پرتو اور اس کی ذات کا نقش ہے" (عبرانی ۱: ۳) جناب رفعت مآب خدا
مسیح کی رفیع القدر ذات کے ماسوا اور کوئی خدا تعالیٰ کا مظہر اکمل و اتم
نہیں ہو سکتا۔ اگر ہو سکتا ہے تو ماہ نخشب بھی ماہ حقیقی ہو سکتا ہے۔ اگر
سکتا ہے تو شیر قالین بھی شیر نیستان ہو سکتا ہے۔ آفتاب کی شعاعیں

لکڑی - مٹی اور دیگر تمام اجسام پر پڑتی ہیں - اور آئینہ پر بھی پڑتی ہیں - لیکن جس خُوبی سے نُورِ خورشید آئینہ میں ظاہر ہوتا ہے اور اُس سے منعکس ہو کر مقابل کی اشیاء پر پڑتا اور اُنہیں محیطِ انوار اور بقعۂ تجلی بنا دیتا ہے - اُس حُسن و خُوبی سے اُس کا ظہور اور کسی بھی شئے میں نہیں ہوتا - لہٰذا آئینہ ہی اپنی انتہائی آبداری و صفائی کے لحاظ سے سُورج کا مظہر کامل ہو سکتا ہے - اِسی طرح خُداوند مسیح کی عدیم السہیم ہستی اور فقید المثال ذات اپنی انتہائی پاکیزگی اور خصُوصیاتِ کاملۂ الٰہیہ کے باعث تمام دیگر افرادِ عالم سابقہ و موجُودہ سے ممتاز اور افضل و اکمل ہے - اور انوارِ الُوہیّت کو قبُول کر کے اِس منصۂ شہُود پر منعکس کرنے کی قابلیت و صلاحیت تام رکھتی ہے - لہٰذا خُداوند مسیح ہی خُدا کا مظہرِ جامع ہو سکتا ہے - اور اسی واسطے عقلِ سلیم اُس کے اِس دعویٰ کی حقانیت و صداقت کو بلا عُذر قبُول کرتی ہے - کہ "میرے باپ کی طرف سے سب کُچھ مجھے سونپا گیا - اور کوئی بیٹے کو نہیں جانتا سوائے باپ کے - اور کوئی باپ کو نہیں جانتا سوائے بیٹے کے - اور اُس کے جس پر بیٹا اُسے ظاہر کیا چاہے" (متی ۱۱ : ۲۷) "میں باپ میں سے نکلا اور دُنیا میں آیا ہُوں پھر دُنیا سے رُخصت ہو کر باپ کے پاس جاتا ہُوں" (یُوحنا ۱۶ : ۲۸ و ۸ : ۴۲)

## ایک بدیہی مثال

خُدائے تعالےٰ الطف و ادق اور غیر مرئی وجُود ہے اور انسان کی طبعی کثیف آنکھیں اُس حقیقتِ لطیفہ مخفیہ اور وجُودِ نامظہُوری کو تجربۂ بصارت میں نہیں لا سکتیں - لیکن انبیاء و مرسلین و مُقربین نے اُس کی آوازِ جانفزا کو ازمنۂ سابقہ میں طرح بطرح سُنا - اور اُس کے پاک پیغام کو صحائفِ مُطہرہ میں قلمبند فرمایا - چنانچہ اُس نامظہُور و نادیدہ مگر متکلم وجُود کی مثال گراموفون ہے - اس میں متکلم کی صرف

آواز سُنائی دیتی ہے مگر صُورت نظر نہیں آتی۔ اِس حقیقت کے اظہار کے
ایزدِ تعالےٰ نے فونوگرافر کی عقل کو روشن کیا کہ وہ ایک ایسی ایجاد کرے
اُس کی نادیدہ مگر متکلّم حیثیت کی آئینہ داری کرے۔ چنانچہ عہدِ عتیق کا ز
خُدا کے محض تکلّم کا زمانہ تھا نہ کہ ظہُور کا۔ اگرچہ وہ عارضی مظاہر میں کبھ
کبھی ظاہر ہوتا رہا، پر وہ ظاہر جامع اور مُستقل نہ ہونے کے باعث اِنسا
کی خُدا بینی و یزداں پژوہی کی فِطری خواہش کو آسُودہ نہ کر سکتے تھے۔
ٹاکیز فلم میں اداکاروں کی آواز۔ شکل اور حرکات و سکنات تینوں
باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ چنانچہ خُدا کی حیثیّت ظہُوری (تجسّم) کی مثال ٹاکیز فلم
ہے۔ وُہی حقیقت نا منظوری ملبُوسِ مجاز میں کثیر معانی کے ساتھ بشریت
میں بس گئی۔ وُہی لطیف ہستی مادّی ظاہری جسم میں سما گئی۔ اُسی غیر مرئی لطیف
وجُود نے "اِنسانی شکل اختیار کی" اور "اِنسانوں کے مشابہ ہو گیا" (فلپی ۲
چُنانچہ اِس حقیقت کے اظہار کے لئے اُس (خُدا) نے فلم کے مُوجد کے ذہن
و عقل کو منوّر کیا کہ ایک ایسی ایجاد کرے جو اُس کے تجسّم اور ظہُور کی ایک
مثال قائم کر دے۔ چنانچہ گراموفون اور ٹاکیز فلم کے ذریعے ہم خُدا کے بطُون
و ظہُور کی حیثیاتِ مُتناسبہ کا صحیح تصوّر کر سکتے ہیں۔ بدیہیات و مرئیات
کے ذریعے نادیدنی رُوحانی حقیقتوں کا ثبُوتی تصوّر ہم حاصل کر سکتے ہیں۔ "کیو
یہ آنے والی چیزوں کا سایہ ہیں" (کلسی ۲: ۱۷) پس مظہر کے ذریعے خُدا کی ذات
و صفات کا ثبُوتی تصوّر اور ماہیّت و حقیقت کا یقینی عِلم حاصل ہوتا ہے۔ اِس
لئے بذریعہ مظہر وہ ایک "معلُوم خُدا" ثابت ہُوا۔ اور اُس کی عبادت "ایک
معلُوم خُدا کی عبادت" ہے۔ اور ذاتِ مظہر چونکہ مرأۃ الحق ہے۔ (یُوحنّا
۱۴: ۹ و کلسی ۱: ۱۵) اِس لئے خُدا کی صفاتِ کاملہ و بالغہ کا ظہُور اُسی سے ہوتا ہے

چنانچہ ہم خداوند مسیح کی الوہی صفات کو بھی مجملاً حیطۂ تحریر میں لاتے ہیں تاکہ ناظرین بخوبی سمجھ سکیں کہ کلمتہ اللہ (مسیح) کن معانی میں خدا کا مظہر جامع و کامل ہے:۔

**قدرت و اختیار** خداوند مسیح نے اپنے اختیار و قدرت کو خدائی قدرت و اختیار کے ساتھ ملایا اور یہ دعویٰ کیا "کیونکہ جس طرح باپ مردوں کو اٹھاتا اور زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح بیٹا بھی جنہیں چاہتا ہے زندہ کرتا ہے" (یوحنا ۵: ۲۱) اور اس نے اپنے اس دعویٰ کو عملی طور پر ثابت بھی کیا۔ یعنی اس نے لعزر کو اپنی قدرت اور اختیار سے زندہ کیا" اور یہ کہکر اس نے بلند آواز سے پکارا کہ "اے لعزر نکل آ" (یوحنا ۱۱: ۴۳) اور وہ چار دن کا مردہ ایکدم قبر سے باہر نکل آیا۔ اور عبادتخانے کے سردار یائیر کی مردہ لڑکی کو یہ الفاظ کہہ کر زندہ کیا "اے لڑکی میں تجھ سے کہتا ہوں اٹھ" (مرقس ۵: ۴۱) پھر نائین شہر کی ایک بیوہ عورت کے مردہ بیٹے کو یہ کہہ کر زندہ کیا "اے جوان میں تجھ سے کہتا ہوں اٹھ" (لوقا ۷: ۱۴) اور وہ لڑکا فوراً زندہ ہوگیا اور سبت کے روز کفرنحوم کے عبادت خانے میں ایک شخص میں سے بدروح کو یہ کہکر نکالا "چپ رہ اور اس میں سے نکل جا" (مرقس ۱: ۲۵) اور جب بدروح اس میں سے نکل گئی تو لوگ حیران ہوکر بحث کرنے لگے "کہ یہ کیا ہے؟ یہ تو نئی تعلیم ہے! وہ ناپاک روحوں کو بھی اختیار کے ساتھ حکم دیتا ہے۔ اور وہ اس کا حکم مانتی ہیں" (لوقا ۱: ۲۷) اور بھی دیکھو "یہ کیسا کلام ہے؟ کیونکہ وہ اختیار اور قدرت سے ناپاک روحوں کو حکم دیتا اور وہ نکل جاتی ہیں" (لوقا ۴: ۳۶) نہ صرف وہ آپ ہی ایسا اختیار رکھتا تھا بلکہ دوسروں کو بھی وہ اختیار دے سکتا اور دیتا تھا۔ ملاحظہ ہو "پھر اس نے اپنے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کر انہیں ناپاک روحوں پر اختیار بخشا کہ ان کو نکالیں۔ اور ہر طرح کی بیماری اور ہر طرح کی کمزوری کو دور کریں" (متی ۱۰: ۱) اور انہوں نے مسیح کے دیئے ہوئے اختیار کو ہمیشہ اسی کی ذاتی قدرت سمجھ کر

استعمال کیا۔ اور اُسی کے نام سے معجزات کیے۔ چنانچہ پطرس اور یوحنا ایک جنم کے لنگڑے کو تندرست کرتے وقت یہ کہتے ہیں۔ "یسوع مسیح ناصری کے نام سے چل پھر۔" (اعمال ۳: ۶) اور جب اِس معجزہ کے باعث اُن کی مخالفت ہوئی، اور یہودی سردار فقیہہ اور کاہن اُن سے پوچھنے لگے کہ: "تم نے یہ کام کس قدرت اور کس نام سے کیا؟" "اُس وقت پطرس نے رُوح القدس سے معمور ہو کر اُن سے کہا ..... تم سب اور اسرائیل کی ساری اُمت کو معلوم ہو کہ یسوع مسیح ناصری جس کو تم نے صلیب دی اور خدا نے مُردوں میں سے جلایا۔ اُسی کے نام سے یہ شخص تمہارے سامنے تندرست کھڑا ہے۔" (اعمال ۴: ۷-۱۰)۔ اور اِس معجزہ کی تاریخی حیثیت یہ ہے کہ مخالفینِ مسیح بھی اُس کا اِنکار نہیں کر سکے۔ اور اُن کی گواہی یہ ہے۔ "کہ ہم اِن آدمیوں کے ساتھ کیا کریں؟ کیونکہ یروشلیم کے سب رہنے والوں پر روشن ہے کہ اُن سے ایک صریح معجزہ ظاہر ہوا۔ اور ہم اُس کا اِنکار نہیں کر سکتے۔" (اعمال ۴: ۱۶) خداوند مسیح کے معجزات سے بھی کبھی کسی مخالف نے اِنکار نہ کیا تھا جب اُس نے لعزر کو قبر سے زندہ کیا تو عوام الناس متعجب ہو کر اُسے دیکھنے آئے۔ "لیکن سردار کاہنوں نے مشورہ کیا کہ لعزر کو بھی مار ڈالیں۔ کیونکہ اُس کے باعث بہت سے یہودی چلے گئے اور یسوع پر ایمان لائے۔" (یوحنا ۱۲: ۱۰-۱۱)۔ "پس فریسیوں نے آپس میں کہا۔ سوچو تو کہ تم سے کچھ نہیں بن پڑتا۔ دیکھو جہان اُس کا پیرو ہو چلا۔" (آیت ۱۹)۔ وہ اُس کے کلام کو اِنسانی طاقت سے بالا سمجھتے تھے۔ (یوحنا ۷: ۴۶) اگر عہدِ عتیق کے انبیاء نے معجزات کیے تو خدا کے نام سے لیکن مسیح نے اپنے ذاتی اختیار و قدرت سے اور مسیح کے شاگردوں نے مسیح کے نام سے اور بھی بہت سی مثالیں اور نظیریں مسیح کے خداوندانہ اختیار و قدرت کے متعلق پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن ہم اسی قدر بیان کو کافی سمجھ کر بند کرتے ہیں۔

## محبت

"جو محبت نہیں رکھتا وہ خدا کو نہیں جانتا کیونکہ خدا محبت ہے۔"

(۱-یوحنا ۴: ۸ و ۱۶)

اور الٰہی محبت کا مظہر خداوند مسیح ہے۔ "کسی راستباز کی خاطر بھی مشکل سے کوئی اپنی
جان دے گا۔ مگر شاید کسی نیک آدمی کے لئے کوئی اپنی جان تک دے دینے کی جرأت
کرے لیکن خدا اپنی محبت کی خوبی ہم پر یوں ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم گنہگار ہی تھے تو مسیح
ہماری خاطر مُوا۔" (رومی ۵: ۷، ۱ یوحنا ۳: ۱۶) کلام کی گواہی یہی ہے کہ خدا اپنی
محبت کی خوبی کو ہم پر مسیح کے ذریعے ظاہر کرتا ہے۔ اور محبت کی اِنتہا اور
کمال قربانی ہے۔ چنانچہ خداوند مسیح نے اپنی پاک قربانی کے ذریعے الٰہی محبت
کے کمال کی آئینہ داری کی۔ "ہم نے محبت کو اسی سے جانا ہے کہ اُس نے ہمارے واسطے
اپنی جان دے دی۔" (۱ یوحنا ۳: ۱۶) خداوند مسیح نے اپنی زبان حقائق ترجمان سے
فرمایا۔ "اچھا چرواہا میں ہوں۔ اچھا چرواہا بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہے۔" "اور میں
بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہوں۔" (یوحنا ۱۰: ۱۱ و ۱۵) "کیونکہ ابنِ آدم بھی اِس لئے
نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ خدمت کرے۔ اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے۔"

(مرقس ۱۰: ۴۵ و متی ۲۰: ۲۸) اِس سے زیادہ محبت کوئی شخص نہیں کرتا کہ اپنی جان
اپنے دوستوں کیلئے دیدے۔ (یوحنا ۱۵: ۱۳) اگر خداوند مسیح کی بے غرض، پاک اور
کامل قربانی "خدائی محبت" کا ظہور ہے۔ تو تجسم "محبت کے خدا" کا ظہور ہے۔ اور قربانی
کے لئے تجسم ضروری ہے۔ خدا کی محبت یہی کیا کم ہے کہ وہ انسان کی خاطر جسم اختیار کرتا
ہے۔ قربانی دینے ہیں تو الٰہی ایثار کی حد ہے۔ مسیح کی محبت بے غرض تھی۔ پاک تھی۔ لازوال
تھی۔ دوست و دشمن کے لئے مساوی تھی۔ راست و ناراست دونوں پر حاوی تھی۔ کامل تھی۔
اُس سے بہتر محبت کا نمونہ عظیم سے عظیم شخصیت۔ نہ قدیم سے قدیم کتاب اور نہ کسی اور
معبود میں پایا گیا۔ جس طرح تمام ستاروں کی مجموعی روشنی خورشید خاور کے بالمقابل
ہیچ اور ماند ہے، اُسی طرح تمام افرادِ عالم کی محبتوں کو مسیح کی لاثانی و غیرفانی محبت
کے سامنے کوئی قدر و وقعت نصیب نہیں۔

۲۔ مشہور کہاوت ہے کہ "کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز با باز۔"
یہ قدرت کا مسلمہ اصول ہے کہ محبوب اور محب کا ہم جنس و مساوی المرتبت

ہونا ضروری ہے۔ خدا کی ذات سراپا لطیف اور وراء الوراء اور فہم و ادراک انسانی سے باہر ہے اور انسان خاکی ہے۔ یعنی ذاتِ الٰہی اور ذاتِ انسانی بیح مغائرت ہے۔ اور یہی امر محبت و ملاپ کے مانع ہے۔ محبت کے لئے ہم جنس ضروری و لازمی ہے۔ بغیر ہم جنسی کے میل ملاپ اور محبت کا وجود محال ہے بلکہ ہم جنسی کے ساتھ ہی ہم مرتبہ ہونا بھی ضروری ہے۔ ایک شہریار کا منگار کے ساتھ ایک درویش بوریہ نشین کی دلی محبت اور دوستی ہو سکے، دل ماننے کو تیار نہیں۔ خدا اور انسان کے درمیان رشتۂ محبت و ملاپ قائم کرنے کے لئے خداوند مسیح اپنی شانِ الٰہی کو چھوڑ کر "انسانوں کے مشابہ ہو گیا۔" انسانوں کا ہم جنس بن گیا۔ ابنِ خدا ہوتے ہوئے ابنِ آدم بن گیا۔ "اسی باعث وہ اُنہیں بھائی کہنے سے نہیں شرماتا۔" (عبرانی ۲: ۱۱) پھر وہ انسانی شکل اختیار کرکے کسی شاہانہ تجمل اور دنیوی شان و شوکت کے ساتھ نہیں آیا۔ بلکہ نہایت مفلس گھرانے میں پیدا ہوا۔ اُس کے سرپرست معاشرت و تمدن کے لحاظ سے مشہور نہ تھے۔ بلکہ لوگ حیرت سے کہتے تھے کہ "کیا ناصرۃ سے کوئی اچھی چیز نکل سکتی ہے" اُس کے سر دھرنے کے لئے جگہ نہ تھی۔ اُس نے اپنی تمام زندگی فقیری حیثیت میں بسر کی۔ غربا و مساکین اور روحانی و جسمانی دردمندوں کی ہمدردی اور خدمت کو اپنی زندگی کا واحد نصب العین بنایا۔ اور بالآخر تمام جہان کے گناہوں کے عوض میں اپنی قیمتی جان کو عدل کے مذبح پر قربان کرکے الٰہی محبت کے کمال کو بے نقاب کر دیا۔ "محبت اِس میں نہیں کہ ہم نے خدا سے محبت کی۔ بلکہ اِس میں ہے کہ اُس نے ہم سے محبت کی۔ اور ہمارے گناہوں کے کفارے کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا۔" (۱۔ یوحنا ۴: ۱۰)

**قدوسیت** | یہ صفت خدا کی تمام صفاتِ کاملہ بلیغہ کی دُرۃ التاج ہے اور

وُہ پاکیزگی جو خُدا ہی کی ذات سے خاص ہے خُداوند مسیح میں جو "خُدا کی ذات کا نقش" ہے کامل طور پر پائی جاتی ہے۔ جبرائیل فرشتے کی گواہی۔ "اور فرشتے نے جواب میں اُس (مریم) سے کہا کہ رُوح القُدس تجھ پر نازل ہوگا۔ اور خُدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی۔ اور اِس سبب سے وُہ پاکیزہ جو پیدا ہونے والا ہے۔ خُدا کا بیٹا کہلائے گا۔" (لُوقا ۱ : ۳۵) خُداوند مسیح کا اپنا اقرار۔ "تم میں کون مجھ پر گُناہ ثابت کرتا ہے۔" (یُوحنّا ۸ : ۴۶) پطرس رسُول کی گواہی۔ "نہ اُس نے گُناہ کیا۔ اور نہ اُس کے مُنہ سے کوئی مکر کی بات نِکلی۔" (۱۔ پطرس ۲ : ۲۲) پولُوس رسُول کی گواہی۔ "ہمارا ایسا سردار کاہن نہیں جو ہماری کمزوریوں میں ہمارا ہمدرد نہ ہو سکے۔ بلکہ ساری باتوں میں ہماری طرح آزمایا گیا۔ تاہم بے گُناہ رہا۔" (عبرانی ۴ : ۱۵) رُومی گورنر پیلاطُوس کی گواہی۔ "مَیں اِس راستباز کے خُون سے بَری ہُوں۔ تُم جانو۔" (متّی ۲۷ : ۲۴)۔ پیلاطُوس کی بیگم کی شہادت۔ "اِس راستباز سے کُچھ کام نہ رکھ۔ کیونکہ مَیں نے آج خواب میں اِس کے سبب سے بہُت دُکھ اُٹھایا ہے۔" (متّی ۲۷ : ۱۹) پہرہ داروں اور رُومی صُوبہ دار کی گواہی۔ "بہُت ہی ڈر گئے اور بولے کہ بے شک یہ خُدا کا بیٹا تھا۔" (متّی ۲۷ : ۵۴) بدرُوح کی گواہی۔ "مَیں تجھے جانتا ہُوں کہ تُو کَون ہے۔ خُدا کا قدُّوس ہے۔" (مرقس ۱ : ۲۴) "اَے یسُوع خُدا تعالیٰ کے بیٹے مجھے تجھ سے کیا کام؟" (مرقس ۵ : ۷)، نہ صرف آپ پاکیزگی اور تنزیہ تام میں خُدا کے ہمسر تھے، بلکہ گُناہوں کی معافی کا بھی اِختیار رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک گنہگار عورت حقیقی تائب دِل سے آپ کے پاک قدموں پر آکر گِری، تو آپ نے فرمایا۔ "تیرے گُناہ مُعاف ہُوئے۔" (لُوقا ۷ : ۴۸) پھر ایک دفعہ چند آدمی ایک مفلُوج کو آپ کے پاس لائے۔ آپ نے اُن کا ایمان دیکھ کر اُس مفلُوج سے کہا۔ "اَے آدمی تیرے گُناہ مُعاف ہُوئے۔" لیکن شرع کے عُلماء اور فقہاء نے اِس حُکم

کو کفر سے تعبیر کیا۔ اور کہا کہ سوا خدا کے کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اس پر خداوند نے اُن سے سوال کیا کہ "آسان کیا ہے؟ یہ کہنا کہ تیرے گناہ معاف ہوئے یا یہ کہنا کہ اُٹھ اور چل پھر؟ لیکن اِس لئے کہ تم جانو کہ ابنِ آدم کو زمین پر گناہوں کے مُعاف کرنے کا اختیار ہے (اُس مفلوج سے کہا) میں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ! اور اپنا کھٹولا اُٹھا کر اپنے گھر جا"۔ (لوقا ۵: ۲۰-۲۴) جب آپ نے اپنے فوق العادت فعل کے ذریعہ اپنے پہلے قول کو ثابت کردیا۔ تو "وہ سب بڑے حیران ہوئے۔ اور خدا کی بڑائی کرنے لگے، اور بہت ڈر گئے، اور کہنے لگے کہ آج ہم نے عجیب باتیں دیکھیں"۔ (آیت ۲۶) اِبتدائے آفرینش سے از آدم تا ایں دم کسی بھی ہستی نے سوائے خداوند مسیح کے یہ خداوندانہ دعویٰ نہیں کیا۔ اِس سے آپ کے الٰہی اختیار۔ قُدرت اور قدوسیّت کا بیّن ثبوت ملتا ہے۔ اِسی واسطے آپ نے یہ فرمایا۔ "میں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو بلانے آیا ہوں"۔ (متی ۹: ۱۳ و مرقس ۲: ۱۷) اور اِسی واسطے مُقدّس یُوحنّا رسُول کا قول آپ کی عدیم النظیر ذات کے متعلّق کیا ہی موزوں تھا کہ "دیکھو یہ خدا کا برّہ ہے جو دُنیا کا گُناہ اُٹھا لے جاتا ہے"۔ (یُوحنّا ۱: ۲۹) پس ایزد تعالےٰ کی قدوسیّت کے کمال کو بنی نوع اِنسان پر ظاہر کرنے کے لئے خداوند مسیح مظہر تھا اور ہے۔

This Artical is belong to Book Marat Ul Haqie, Aurher S. M Taje.

# مسیح کا دُنیا میں آنیکا مقصد

حضرت عیسیٰ اس دُنیا میں روحانی راج قائم کرنے کے لئے آئے۔ دُنیا کے راج میں جسمانی۔ نفسانی اور حیوانی تحریکوں۔ حرکتوں اور جذبات کا غلبہ اور سکہ جاری تھا۔ اس میں مذہبی۔ قومی اور سیاسی آڑ میں بعض نے تو جبر اور تشدد اور جسمانی زور وطاقت کے عمل سے اپنی حکومت کے سکے کو جاری رکھا تھا۔ اور بعض نے مدتوں غلامی کی خاک چھان کر اور کورانہ تقلید کر کے غلامی ہی کے طوق کو اپنی زندگی کا جزو قرار دے لیا تھا۔ ایسی دنیا کے حاکمان وقت بھلا کب گوارا کر سکتے تھے کہ کوئی اُن کے نظم ونسق میں مخل ہو۔ اہل یہود تو اپنی زوال پذیر حکومت کے از سر نو بحال ہونیکا خواب دیکھ رہے تھے وہ بھی کب گوارا کر سکتے تھے کہ اُنکا رعب داب اور اُن کی عنانِ حکومت یا اُن کی صدارت اور عملداری کو کوئی ایسا تہ وبالا کرے کہ جس سے ان کے صدیوں کے غلام شدہ اور اچھوت بندے اپنا سر اُٹھائیں اور آزادی کا دم بھرنے لگیں اور ان کو کب یہ بھاتا تھا کہ اُنکے آبائی مذہب کا صدیوں کا عروج اور اُن کے چشم اُمید کی دل فروز روشنی تاریک ہو جائے اور کوئی اُٹھ کر ان کی جسمانی سلطنت کی ایسی ترجمانی کرے جس سے اُن کی سلطنت کی عمارت بالکل منہدم ہو جائے۔ لھذا حضرت عیسیٰ کا دُنیا میں آنا یہ معنی رکھتا ہے کہ انسانی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دے۔ اور ایسا راج قائم کرے کہ جس میں انسان کی قدر ومنزلت ہو اور دُور اُفتادہ انسان بھی اس راج میں حصہ لے سکے اور وہ دوسرے کے دست نگر نہ ہو بلکہ خود راج کرنے کے قابل ہو۔ اس لئے اب ہم حضرت عیسیٰ کی سرگذشت اور اس کی کیفیت پر مختصراً غور کرینگے۔

حضرت عیسیٰ ایشیائی تھے۔ قوم کے لحاظ سے یہودی۔ وطن آپ کا یہودیہ پیدائش آپکی ایک گمنام شہر بیت اللحم میں واقع ہوئی۔ نسب کے لحاظ سے شاہی خاندان میں سے تھے اگرچہ اسکو زوال آچکا تھا۔ غریبی کا یہ عالم کہ پیدائش بھی گھر میں نہیں بلکہ غربت میں ایک سرائے کے اندر جہاں مسافروں کا اژدہام

تھا اور چارپائی تک بھی میسر نہیں ہوتی تھی چنانچہ وہ پیدا ہوتے ہی ایک چرنی میں رکھے
گئے۔ تاہم اُن کی پیدائش کے وقت چند باتیں ایسی معرض ظہور میں آئیں جو کہ انگشت شہادت
کی طرح یہ دکھاتی تھیں کہ ان کی زندگی ایک رُوحانی پہلو اختیار کئے بغیر نہ رہے گی جو اندیکھے
اور بلاکیفیت کے اپنا جلوہ دکھائے گی اور جس کی مضبوط چٹان پر دُنیا کی تمام طاقتیں اپنا
سر ٹکرا کر چکنا چُور ہو جائیں گی۔ یوم پیدائش کو کوئی شاہی نقارہ یا کوس و طبل نہیں بجے۔ نہ
اس کی پیدائش کی خبر عام طور سے دُنیا میں مشتہر ہوئی۔ لیکن ہاں اس ان دیکھی دُنیا میں جسکی
یہ دُنیا بہ مثل علامت یا ایک سایہ ہے اس کی پیدائش کی خبر ہوئی تھی اور یہ اعلان کیا گیا کہ
آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا یعنی مسیح خداوند۔ اور پھر ایک دلکش راگ
اور سُریلے آسمانی سازوں کے شادیانوں نے آسمان گونجا دیا۔ اور اس راگ کی آواز چرواہوں
کے کانوں تک اس وقت جبکہ تمام دُنیا میں عالم خموشی کا عجیب سناٹا چھایا ہوا تھا پہنچی۔
اس راگ کا مضمون یہ تھا: "عالم بالا پر خدا کی تمجید ہو اور زمین پر ان آدمیوں میں جن سے وہ راضی
ہے صلح" ان کی پیدائش گویا خدا اور انسان میں صلح و میل کی صدا دیتی تھی۔ اور جب وہ بڑھتا
گیا تب بھی اس کی شہرت کا ڈنکا دُنیا میں نہیں بجا لیکن جو کان رکھتے ہوئے سُنتا
اور آنکھ رکھتے ہوئے دیکھتا ہے "مجوسی جن میں تحقیق اور جستجو کی رُوح موجود تھی وہ نجوم
کی کھلی کتاب میں اس کی کھوج لگاتے ہوئے اور اس کا چمکتا ستارا دیکھ کر اس کے آگے
سرنگون ہونے کو آموجود ہوتے۔ اور ننھی مورت اور ننھے سے دلفریب مکھڑے کو جسکی
لوح پر رُوحانی کرنیں تاباں تھیں اس کو اپنی ماں کی گود میں دیکھ کر اس کی قدر و منزلت
کو پہچان گئے اور گر کر اُسے سجدہ کیا۔ اور اپنی جھولی کھول کر سونا۔ لوبان اور مُر اس کی
نذر کیا۔ ان محققوں نے رُوحانیت کی قدر کی اور جو کچھ نذر کیا وہ اسی کے شایان
سمجھا۔ دولت۔ عزت۔ جاہ و حشمت۔ دل و دماغ دُنیوی زور و طاقت اور کل استطاعت
خدا نے ہم کو بطور امانت بخشی ہیں۔ تاکہ اُن سے دُوسروں کی خدمت کر کے ہم ذی رُوح
کی قدر کرنا سیکھیں۔ وہ لڑکا جو کہ دُنیا میں گمنام ہو کر آیا۔ بڑھتا اور قوت پاتا اور حکمت
سے معمور ہوتا گیا اور خدا کا فضل اس پر تھا۔

ہم پھر ان کو طفولیت کے ایام میں یروشلم میں بمصداق ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات
ٹھہرا ہوئے دیکھتے ہیں۔ اُن کے والدین تو مذہبی فرائض ادا کر کے رخصت ہو جاتے ہیں۔ مگر

عشقِ الٰہی ان کو یروشلم ہی میں قائم رکھتا ہے اور وُہ اس وقت اپنی ماں کا گھر بھول جاتے ہیں۔
اور خدا کے مسکن کو اپنا مسکن سمجھنے لگتے ہیں۔ جب والدین ڈھونڈتے ہوئے اس کو پا لیتے
ہیں اور کڑھتے ہوئے فریاد کرتے ہیں تو ان کی زبان مبارک سے پہلے کلام میں یہ نکلتا ہے کہ
"تم کو معلوم نہ تھا کہ مجھے اپنے باپ کے ہاں رہنا ضرور ہے۔ یوں تو اُن کے والدین
ان کو پہلے ہی یروشلم میں خدا کی نظر کر چکے تھے۔ مگر اب بچہ خود اپنے آپ کو اپنی رضامندی
سے خدا کے آگے نذر کرتا ہے۔ تیس برس کی عمر تک وُہ اپنے والدین کے تابع رہے۔ اس
عرصے میں اُن کا راستہ تیار کرنے والا ایک اور اُن کا ہمعصر یُوحنّا اُٹھا۔ حضرت عیسٰے تو تیس
برس کی عمر تک اپنے والدین کی متابعت میں رہے۔ دُنیا کے مشاغل میں شریک رہے۔
جو سیکھنا تھا سیکھا اور اپنے دستِ مبارک سے کام کرتے رہے۔ لیکن اس اثنا میں
یوحنّا زاہد۔ تارک الدنیا ہو کر یردن کے بیابان میں دنیا سے الگ تھلگ رہ کر آبادی
والوں کو اپنی طرف کھینچ لائے۔ مگر خود ان۔ کے پاس نہیں آئے۔ وُہ تو محض بیابان میں
ایک پکارنے والے کی آواز تھے جس نے بہتیروں کو اپنی طرف بُلایا اور جو آئے ان میں تمدنی
اور اخلاقی اصلاح پیدا کی اور ان کو پانی سے بپتسمہ دیا تاکہ وُہ مسیح کی آمد پر اپنے اپنے گھروں
میں رُوحانی جنم حاصل کریں۔

انسان کی تبدیلی بتدریج ہوتی ہے۔ پہلے ضروری تھا کہ ظاہری خراب دستورات و رسومات
دُور کی جائیں اور لوگ اپنی اصلاح کریں تاکہ وُہ مسیح کی رُوحانی تعلیم کو سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے
کو تیار ہوں۔ جب یُوحنّا نے اپنا کام کما ینبغی پُورا کر لیا تو حضرت عیسٰی بھی اپنے پردہ مستور
سے نکل آئے اور سیدھے یُوحنّا کی طرف آئے اور اس سے بپتسمہ لیا۔ یُوحنّا تو تارک الدنیا
تھا وُہ دُنیا میں نہیں گھستا تھا۔ اور نہ دُنیوی کاروبار میں شریک ہُوا۔ اس نے لوگوں کے
دلوں میں خیالات کی تبدیلی۔ اصلاح اور اُمنگیں پیدا کر دی تھیں کہ وُہ ایک آنے والی
رُوحانی بادشاہت کی انتظاری کریں۔ اور اس نئی حالت کے ساتھ داخل ہوں جس میں
نہ کوئی یہودی یا غیر قوم۔ رُومی۔ یونانی یا بربری نہ ملیچھ نہ کافر۔ مسیح خداوند جنہوں نے تیس
برس متواتر دنیوی معاملات میں صرف کئے تھے اب عین عالمِ شباب میں یوحنّا سے
بپتسمہ لیتے ہیں اور اس عمل سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وُہ بھی یُوحنّا کی طرح دُنیا کو خیرباد کہتے
ہیں مگر ایک نئے رنگ میں کہ وُہ دُنیا میں داخل ہو کر دُنیا کے نہیں کہلائیں گے بلکہ اُن کا کھانا

جینا خدا کی مرضی کو پورا کرنا ہوگا۔ وہ دُنیا میں خدمت اور ایثار اور قربانی اور محبت کی نئی رُوح پھونکیں گے۔ چنانچہ بپتسمہ لیتے ہیں۔ جب وہ پانی سے اُوپر آئے تو رُوح القدس اُن پر نازل ہُوئی اور آسمان سے یہ آواز آئی کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے تجھ سے میں خوش ہوں۔" حضرت عیسےٰ نے دُنیا میں اب وہ قدم رکھا جس میں صرف خدا کی رضا پُوری ہو۔ لہذا اب وہ محض اہل یہود کا بندہ یا محض انسان بنی انسان نہ رہا بلکہ ابن آدم کا خطاب حاصل کیا تاکہ وہ کسی خاص قوم یا فرقے کا بندہ نہ سمجھا جاوے بلکہ ابن آدم سمجھا جاوے۔ یعنی وہ انسان کامل جو تمام بنی انسان کا کامل معیار ہے۔ لہذا بالائی رُوحانی قوت سے معمُور ہوکر وہ اس بڑی مہم کی کٹھن منزل کو طے کرنے کے لئے آمادہ ہوجاتا ہے۔ تاکہ شیطانی راج کا مقابلہ اور اس کا استیصال کرے اور اس کے عوض میں رُوحانی راج قائم کرے۔ چنانچہ اس مہم کے لئے اُنھوں نے تیاری کی۔ دُنیا سے الگ ہوکر بیابان میں رہے اور چالیس رات و دن دُعا و روزے اور خدا کی مقاربت میں کاٹے۔ اب جب بھُوکے ہُوئے اور دُنیا میں مقابلے کے لئے اُن کا آنا ضروری ہُوا تو دُنیا کا سردار خود ان کے مقابلے کے لئے روبرو آپہنچا اور جن آزمائشوں سے ان کا مقابلہ کیا وہ وہی تھیں جن میں تمام دُنیا پھنسکر مبتلا ہوگئی تھی یعنی تین ایسے آثار دُنیا کے نظر آتے ہیں جن میں کل بنی نوع انسان ہر قوم و ملت و مذہب کے مبتلا ہیں۔ اول ہیں یا خودی کا فکر کہ کیا کھاؤں اور کیا پہنوں۔ دوم بے دینی یا خدا فراموشی سوم خود غرضی یعنی یہ کل دُنیا میری ہوجاوے۔ یہ سب آزمائشیں بیابان میں کنایتہً اور دُنیا میں حقیقتاً ان کے سامنے آئیں مگر ان کے نیک عندیہ اور ارادے میں سرمُو فرق نہ آیا اور اُن کا ایمان برقرار رہا۔ اور خدا اور انسان سے محبت کے سوا کسی قسم کا لالچ یا خود پسندی نے جو کہ بُت پرستی ہے۔ اُن کے دل میں گھر نہیں کیا۔ جب وہ دُنیا میں وارد ہُوئے تو ایک طرف ان کی یہ حالت کہ لومڑیوں کے لئے بھٹ۔ ہوا کے پرندوں کے لئے گھونسلے۔ مگر ابن آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں۔ دوسری طرف وہ کھاتے پیتے ملتے جلتے رہے جس نے بُلایا اُس کے گھر گئے۔ جس نے کھلایا اس کا کھایا مگر ان چیزوں کا خود فکر نہیں کیا۔ حاکم کی بجائے خادم کی صُورت اختیار کی۔ اپنے کو خالی کیا تاکہ دُوسرے سیر ہوں اور دُوسروں کی سیوا اور تعلیم دینے میں اپنے دن کاٹے اور تنہائی میں خدا کو یاد کرتے رہے جو معجزے کہ اُن سے سرزد ہُوئے وہ بھی خدمت کے رنگ میں طاقت

رکھتے ہوئے۔ وہ اپنے زور و طاقت پر پورے قابض تھے۔ کہیں ان کو بے محل اور بے جا مشتعل نہیں کیا بلکہ دوسروں کی بہتری کی خاطر۔ جو کہنا تھا اس کے کہنے سے نہیں جھجکتے۔ جو کرنا تھا وہ کمال حوصلگی سے کیا۔ انہوں نے کتنے بڑے یا ظالم کا مقابلہ نہیں کیا۔ نہ ان کے بیان میں کسی قسم کی کپکپی۔ بزدلی یا ہچکچاہٹ پائی گئی۔ اس نے کسی مذہب کی توہین نہیں کی بلکہ یہ فرمایا کہ میں توریت۔ زبور اور انبیاء منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ ان کے مداحوں نے کئی بار ان کو دنیوی بادشاہ بننے پر مجبور کیا۔ مگر وہ یہی کہتے گئے کہ میری بادشاہت یہاں کی نہیں ہے۔ میں دنیا میں دنیاوی راج کرنے کی غرض سے نہیں آیا۔ ہاں وہ اپنی دوسری آمد پر ضرور راج کرے گا۔

آخر میں ایک اور بڑی عظیم اور مہیب مہم ان کے آگے آئی جس میں ان کا مقابلہ دنیا کے سردار کے کل مختاروں کے ساتھ ہونا تھا۔ ایک طرف تو نفرت۔ کڑواہٹ۔ جھنجھلاہٹ۔ ظلم۔ تشدد۔ جبر اور جھوٹ اور ناراستی۔ تلوار اور بھالے غرضیکہ دنیا کے کل تباہ کرنے والے ہتھیار ایک کثیر لشکر کی طرح اس کے مقابلے میں صف آرا تھے۔ اور دوسری طرف خداوند مسیح جن کے ہتھیار روحانی۔ ایک طرف تو مادی ہتھیاروں سے کام لیا جا رہا ہے اور دوسری طرف حضرت عیسیٰ دعا کے ساتھ دوسروں کی خاطر اور سورگ راج کا خیال رکھتے ہوئے قربانی کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ اگر ان کے آگے کوئی اور راستہ بغیر قربانی کے ممکن تھا تو مسیح نے اس کے لئے دعا کی کہ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ میرے پاس سے ہٹا لے۔ خدا کے غضب کی تلوار گناہوں کی وجہ سے آدم زاد پر جھوم رہی تھی اور انصاف مقتضی تھا کہ گنہگار اپنے گناہ کی پاداش میں سزا پاوے۔ اس نے تین بار پیالے کے ہٹا لینے پر دعا کی اور ساتھ ہی یہ جملہ ایزاد کیا کہ میری مرضی نہیں کیونکہ میں تو اسی خاطر اس دنیا میں آیا کہ تیرا انصاف پورا کروں۔ تاکہ تیری محبت اور رحم کا دریا بہ نکلے۔ اس نے وہ جان کنی کی ساعت گتسمنی باغ میں دعا میں صرف کی تاکہ روح کی مستعدگی سے اس کا جسم بھی تقویت پاوے۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ وہ اٹھا اور آخری مقابلے کے لئے میدان میں نکل آیا اور اس کے پکڑوانے والے شاگرد یہوداہ کے ساتھ ایک انبوہ کثیر لاٹھیاں لئے ہوئے سردار کاہنوں۔ فقیہوں اور بزرگوں کی طرف سے ان کے پکڑنے کو اپنے سامنے آتے دیکھا۔ یوں تو تلوار کے مقابلے میں تلوار بھی

اس کے شاگردوں کے پاس موجود تھی اور جس حال کہ یہ اس کو خوب معلوم تھا اور اگر وُہ ایسا چاہتا
تو وُہ اپنے دیگر شاگردوں اور مداحوں کو حملے کے لئے فراہم کر لیتا اور جنگ وجدل کا بازار گرم کر دیتا
مگر یہ اس کا مقصد نہیں تھا۔ چنانچہ کمال حیرت افزا حوصلے سے وُہ اُن کے آگے بڑھتا
ہے اور اُن سے پُوچھتا ہے کہ تم کس کو ڈھونڈھتے ہو۔ اور جونہی اس کی رُوحانی رعد کی
صدا سُنتے ہیں اور اُن کے چہرے پر رُوحانیت کے پاکیزہ آثار دیکھتے تو اس رُوحانی
چہرے کی تاب نہ لا کر وُہ پیچھے ہٹ کر زمین پر گر پڑتے ہیں مگر اس نے ان کو گرے رہنے نہیں
دیا۔ اس نے تو اُن سے پہلے ہی صلیب پر مارے جانے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ ان کو
کوئی خوف وخطر نہیں تھا۔ چنانچہ بہادروں کی طرح پھر اُن گرے ہوؤں سے پُوچھا کہ تم کسے
ڈھونڈھتے ہو اور پھر مکرر کہا کہ مَیں ہوں اور معلوم ہوتا ہے کہ دُوسری بار کہنے پر کہ مَیں ہوں
تب بھی اُن کے دُشمنوں کو جراُت نہیں ہُوئی کہ اُٹھیں اور اُن کو پکڑیں۔ چنانچہ پطرس
کو اُن کی یہ عاجزی کی حالت دیکھ کر حوصلہ ہُوا کہ تلوار جو اس کے پاس تھی کھینچی اور ملخس
نامی سردار کاہن کے نوکر پر چلا دی اور اس کا دہنا کان اُڑا دیا۔ تین بار تو خداوند مسیح نے
دُعا کی کہ یہ پیالہ میرے پاس سے ہٹا لیں مگر میری مرضی نہیں اور تین ہی بار اُن کو یہ موقع
ملا کہ بھاگ نکلے مگر یہ نہیں کیا۔ بلکہ پطرس سے کہا کہ تلوار کو میان کر میری بادشاہت جبر کی
بادشاہت نہیں ہے جو پیالہ باپ نے مجھے دیا کیا مَیں اُسے نہ پیوُوں۔ اور وہیں
چھو کر مجرُوح کے کان کو اچھا کیا وُہ طاقت جو وُہ استعمال کر سکتا تھا اس مقابلے کے
موقع پر بھی دُوسرے کی بہتری کی خاطر اس کو استعمال کیا اور جب دُشمنوں نے اس کو پکڑ
لیا۔ یا یوں کہنا صحیح ہوگا کہ جب اس نے اپنے آپ کو دُشمنوں کے حوالے کیا تب سے انہوں
نے پُورا سکوت اختیار کیا حتیٰ کہ اپنی بریت کے لئے بھی منہ نہ کھولا۔ جو کہتا آیا تھا وہی کیا۔
صلیب پر مرتے ہُوئے ماں کی خبرگیری کا بندوبست کیا۔ دُشمنوں کے لئے دُعا مانگی اور ڈاکو
جو دُشمنوں کے ساتھ لعنت میں شریک تھا اور جو ان کے ساتھ صلیب پر اپنے کئے کی سزا پا رہا
تھا اس کے توبہ کرنے پر اس کو معاف کیا۔ اور آخر میں یہ کہہ کر کہ پُورا ہُوا سر جھکا کر جان
دی۔

آجکل اس ملک ہندوستان میں دردِ زہ کی طرح یہ پیڑ لگی ہُوئی ہے کہ قومیت کا عنصر
ظہُور پذیر ہو۔ جبکہ اس ملک کا ہر ایک رہنے والا خواہ ادنےٰ خواہ اعلیٰ خواہ غیر مذہب خواہ ہم مذہب

و ہم خیال و ہم آواز ہو کر تہ دل سے بے ساختہ یہ بول اُٹھے کہ ؎

"ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا"

سُوراج زبان زد خلائق ہو رہا ہے۔ ہند کے پیشوا و لیڈران مابین مختلف فرقہ جات اتحاد قایم کرنے میں سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ دہلی کی اتحادی کانفرنس میں اسی مسئلہ پہ اصُول قایم کئے گئے اور قراردادیں منظور فرمائی گئیں۔ ہم اُن کے نیک ارادوں اور کوششوں کی داد دیتے ہیں اور خدا کرے وُہ کوششیں عوام میں عملی پیرایہ میں کارگر ثابت ہوں۔ مگر دلی اتحاد کی صورت تب ہی ظاہر ہو سکتی ہے جب سوراج کی جگہ سورگ راج دلوں میں قایم ہو۔ چہ دم سلطان بود کی رام کہانی غرور و تکبر پیدا کرتی ہے۔ اس کے عوض میں دل کی غریبی جگہ لے۔ بجائے اس کے کہ ہم دُنیا کمانے کی دُھن میں لگے رہیں رُوح کا فکر پہلے کریں۔ اپنے زور پر نازاں ہونے کے بجائے خاکسار اور حلیم بنیں تاکہ دُنیا حاصل ہو انتقام لینے کے بھُوکے اور پیاسے ہونے کے بجائے کاش کہ ہم راستی کے بھُوکے اور پیاسے ہوں نہ صرف اہنسا کی تعلیم پر عامل ہوں کہ کسی کو نقصان نہ پہنچایا جاوے بلکہ رحم کے کام کرنے والے بنیں تاکہ بے رحمی دُور ہو۔

نہ صرف دھیان و تپشیا سے برہم کے ساتھ لین ہو جانا نہ صرف اُن زینوں کا طے کرنا جو صوفی اصطلاح میں شریعت طریقت۔ معرفت اور حقیقت کے نام سے نامزد ہیں فنا فی اللہ ہو جانا ہمارا آئی ڈیل ہو بلکہ پہلے خود سے گناہ کا دُور کرنا اور خدا کی رضا جوئی میں مصروف رہنا ہم کو اس قابل بناتا ہے کہ ہم خدا کو دیکھ سکیں۔ ناپاک دل خدا کا صحیح پتہ نہیں لگا سکتا۔ اور جب خدا کو ہی نہ دیکھا تو ہم اپنے آپ سے بھی آشنا نہیں ہو سکتے اور نہ غیر سے بلکہ غیر ہم کو خواہ ہم جنس انسان ہی کیوں نہ ہو بھُوتنا سا نظر آوے گا۔ جس کو یا تو ہم دبانا چاہیں گے اور یا اس سے پرہیز کریں گے۔ اگر "سورگ راج" ہمارے دل میں قایم ہے تو بجائے اس کے کہ ہم تفرقے اور پھُوٹ پیدا کریں ہم صلح اور میل کے بانی ہونگے۔ راستی اور سچائی کی خاطر دُکھ سہنے والے تاکہ سورگ راج ہمارا ہو۔ جب سورگ راج قایم ہُوا تب سوراج کے لئے بھی ہماری قوم ضرور تیار ہو جاوے گی۔ چنانچہ جب حضرت عیسٰے مَوت پر غالب ہُوئے اور اس کے معدودے چند بھگوڑے شاگرد جو سورگ راج سے تو اس وقت تک بالکل ناآشنا مگر اپنی کمروں کو تلواروں سے کس کر جسمانی راج کا خواب

دیکھ رہے تھے مسیح کی صلیبی موت کے ماجرے کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر اُنکی اُمیدیں خاک میں مل گئیں اور جسمانی راج کا انتظار بمصداق سے

مدت سے لگ رہی تھی لب بام تشنگی
تھک تھک کے گر پڑی نگہ انتظار آج

ایک خام خیال نکلا۔ ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

وُہ جو مسیح کی زمینی خدمت کے ایام میں جیتے بھی مُردوں کے ہم پایہ تھے اب اور بھی زندہ درگور ہو گئے۔ مگر مسیح خداوند کو زندہ از گور دیکھ کر چشم ما روشن دل ما شاد والی حالت طاری ہو گئی۔ اور مسیح خداوند پھر گلیل کے پہاڑ پر اُن گیارہ شاگردوں پر ظاہر ہوُا اور فرمایا کہ زمین اور آسمان کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ پہلے تو وُہ حکومت اور اختیار سے خالی ہو کر صرف خدمت کرنے آئے تھے مگر اب خدمت کا دَور پورا کر کے حاکم اور فاتح کی حیثیت میں حکم فرماتے ہیں کہ پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور باپ بیٹے اور رُوح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اور اُنہیں یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تم کو حکم دیا۔ اور دیکھو میں دُنیا کے آخر تک تمہارے ساتھ ہوں۔

ہندوستان کے مذہبی۔ تمدنی و اخلاقی خیالات میں بہت کچھ تبدیلی واقع ہوئی ہے خیالات کی تبدیلی نے ملک کی کایا پلٹ دی ہے۔ ہماری قوم میں اُمنگیں پیدا ہوئی ہیں اور اب ہر ایک ایسی غیبی طاقت کی انتظاری میں ہیں کہ ایک برقی موج محبت قوم کی رگوں میں دوڑے جو دلی اتحاد پیدا اور تعصب اور خوف اور حقارت کی رُوح دُور کر دے۔ وُہ غیبی طاقت عالم بالا سے حاصل ہو سکتی جو رُوح القدس کی طاقت ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ خدا جلد وُہ مبارک مقبولیت کے ایام لائے۔ آمین +

احقر ایچ گورکن نامہ

# مسیح خداوند

(سوغاتِ جناب پادری رحمت مسیح صاحب واعظ)

ناظرین مسیحی کو میلاد مبارک مبارک ہو۔ سلامتی کا خدا مبارک ہو جس نے ہم کو پھر اس مبارک دن کی خوشی دکھائی۔ آج ہم اپنے مولائے کریم غفور الرحیم ربنا المسیح کے جنم کی خوشی منا رہے ہیں۔ فرشتے بھی ہمارے ساتھ شادمان ہیں۔ وہ بھی اپنا جلوہ دکھا رہے ہیں۔ آسمان سے نازل ہو کر خوشی کے نغمے سُنا رہے ہیں۔ کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا ہے۔ وہ مسیح خداوند ہے۔ وہ گنا ہگاروں کا منجی ہے۔ فرشتے اُسے خداوند کہتے ہیں۔ لاریب وہ آسمانیوں اور زمینوں کا منجی ہے۔ نہ صرف منجی بلکہ خداوند ہے۔ ہاں وہ عالمین کا خداوند ہے۔ ہم اس لئے خوشی منا رہے ہیں۔ کہ وہ ہمارا نجات دہندہ ہے۔ اور ہم مانتے ہیں۔ کہ باپ نے بیٹے کو بھیجا۔ کہ گنا ہگاروں کو نجات دے۔ ہم اُس سے نجات حاصل کرتے ہیں۔ بلکہ کر چکے ہیں۔ ہم میں سے بہتوں نے گناہوں کی معافی حاصل کر کے اپنے تجربہ سے معلوم کر لیا ہے۔ کہ وہ منجی ہے۔ لیکن کیا ہم نے اُس کو اپنا خداوند بھی مانا ہے۔ یہ ممکن ہے اور سچ بھی ہے کہ ہم نے اُسے منجی مانا ہے۔ لیکن کیا ہم اُسے اپنا خداوند بھی مانتے ہیں۔ فرشتے کہہ رہے ہیں۔ کہ وہ مسیح خداوند ہے۔ کیا ہم نے بھی اُسے خداوند مانا ہے۔ کیونکہ ہر ایک بچانے والا خداوند نہیں ہو سکتا۔

ذکر ہے کہ ایک شہزادہ اپنے غلام کے ساتھ دریا کے کنارے سیر کر رہا تھا۔ اتفاقاً شہزادہ کا پاؤں پھسل گیا۔ اور وہ دریا میں گر کر غوطے کھانے لگا۔ غلام فوراً دریا میں کُود گیا۔ اور شہزادہ کو پکڑ لیا۔ اور سلامتی سے کنارے پر لے آیا۔ شہزادے کی جان بچ گئی۔ اب ظاہر ہے کہ غلام شہزادہ کا بچانیوالا تو ہُوا۔ مگر اُس کا آقا اور خداوند نہیں بن گیا۔ نہ شہزادہ اُس کو اپنا آقا مانتا ہے۔ غلام کا مشکور ہے۔ وہ غلام غلام ہی ہے۔ اور شہزادہ آقا ہے۔ یونہی یہ سچ ہے۔ کہ موت کے سمندر میں جب ہم گر گئے۔ تو مسیح نے غوطہ مار کر ہم کو نکالا۔ ہم کو بچایا۔ اب وہ ہمارا منجی ہے۔ بچانے والا ہے۔ ہم اُس کے شکر گذار ہیں۔ کیا ہر ایک مسیحی جو بچ گیا ہے۔ اور اپنے منجی کا شکر گذار ہے۔ وہ اُس کو اپنا آقا اور خداوند بھی مانتا ہے۔ اب میرا ناظرین مسیحی سے سوال ہے۔

(۱) کلیسیا کا پاسٹر بھیڑوں کا چرواہا ہے۔ بھیڑیں خداوند کی ہیں۔ پاسٹر کو بھیڑوں کی خدمت سپرد

ہے۔ کہ بھیڑوں کو وقت پر کھانا پانی دے۔ پاسٹر مالک نہیں۔ وہ صرف نوکر ہے۔ بھیڑیں خداوند کی ہیں۔ کیا پاسٹر نے مسیح کو اپنا اور بھیڑوں کا خداوند مانا ہؤا ہے۔ وہ بھیڑوں پر خداوندی کرتا ہے۔ یا خدمت کرتا ہے۔

(۲) کیا مشنری نے مسیح کو خداوند مانا ہے۔ یا خود خداوند بنا ہے۔ اگر غلام آقا کے سر چڑھے۔ کہ چونکہ میں نے تم کو غرق ہونے سے بچایا ہے۔ اس لئے میں تیرا آقا ہوں۔ غلام نالائق سمجھا جائیگا۔ ہم نالائق تو نہیں۔ کہ خود خداوند کی جگہ لے بیٹھے ہیں۔ خداوند فرماتا ہے۔ کہ میں تمہارے درمیان خدمتگار کی مانند رہا۔ تم مجھے خداوند اور اُستاد کہتے ہو۔ ٹھیک کہتے ہو۔ کیونکہ میں خداوند ہوں۔ کس طرح مشنری خدمت ہو رہی ہے۔ کیا ہم اپنے خداوند کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ تم آپس میں بھائی ہو۔ مدراس میں مسٹر انڈروز نے گرجا میں وعظ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ "خداوند مسیح اور رسول پولُس نے فرمایا ہے۔ کہ تم سب بھائی ہو۔ کالے اور گورے کا کوئی فرق نہیں۔ مگر آج کیا حال ہے مغرب میں کالے اور گوروں کے الگ الگ گرجے بنائے گئے ہیں۔ افریقہ کا کوئی باشندہ گورے لوگوں کے گرجا میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جنوبی افریقہ میں یہ قانون ہو گیا ہے۔ کہ سلطنت اور گرجے گھروں میں مساوات روا رکھی نہیں جا سکتی۔ وہاں تفریق نسل و رنگ عام ہے۔ امریکہ میں ریاستی ٹکس اور دیگر مقامات میں نسلی منافرت عیسائیوں میں عام پائی جاتی ہے۔ آپنے فرمایا۔ کہ ۱۹۱۳ء میں جب میں ڈربن میں تھا تو مہاتما گاندھی میرا اُپدیش سُننے کو آئے۔ لیکن اُن کو گرجے سے نکال دیا گیا۔ کیونکہ وہ ایشیائی تھا۔ اگر خداوند یسوع خود بھی وہاں تشریف لیجاتے تو ایشیائی ہونے کی وجہ سے گرجے سے نکال دئیے جاتے"۔ ........ الخ کیا ایسے لوگ خداوند کے گھر میں بجائے خادم کے خداوندی نہیں کرتے۔ ہاں ایسے لوگ (اگر کہیں ہیں) تو مسیح کو منجی تو ضرور مانتے ہیں۔ مگر خداوند نہیں مانتے۔

(۳) کیا ہمارے مسیحی بورڈنگ سکولوں میں مسیح کو آقا مانا جاتا ہے۔ کیا مسیح سکولوں میں خداوند ہے۔ مسیح کی بادشاہی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کیا ہمارے بچوں کے سامنے مسیح پیش کیا جاتا ہے۔ اور مسیح کے قانون (انجیل) کے مطابق وہاں کاروبار ہوتے۔ اور یکساں سلوک کیا جاتا ہے۔

(۴) کیا ہمارے گھروں میں مسیح خداوند ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ قریباً ہر ایک تعلیم یافتہ گھر میں ہر ایک کھانے کی میز کے اوپر ایک خوشنما سُنہرا کارڈ بورڈ لٹکا رہتا ہے۔ جس پر لکھا ہے۔ کہ کرائیسٹ از دی ہیڈ آف دِس ہاؤس۔ آن سین گسٹ سائیلنٹ لسنر لیکن کھانے کی میز پر جب ٹیبل ٹاک ہوتی ہے۔ ہم اس بات کا خیال رکھتے ہیں؟ کہ ہمارے ساتھ ہمارا آقا کھانے بیٹھا ہے۔ وہ ہماری گفتگو سُنتا ہے

وہ اس گھر کا مالک ہے۔ ذرا سمجھ سوچ کر گفتگو کریں۔ کسی کی حقارت اور غیبت نہ کریں۔ کیا یہ کارڈ بورڈ صرف نمائشی نہیں۔ کیا یہ باتیں ظاہر نہیں کرتیں۔ کہ مسیح منجی تو ہے۔ مگر خداوند نہیں۔

(۵) اب عام طور پر مسیح کو خداوند مانتے ہوئے میرے چند سوالات ہیں۔ ہر ایک مسیحی کا ناظر اپنے دل میں غور کر کے خداوند کو جواب دے۔

الف۔ کیا میں نے اُس کے احکام کی تعمیل کی ہے۔ کیا میں اُسے خداوند جان کر اُس کا خوف رکھتا ہوں۔ اُس سے محبت کرتا ہوں؟ ب اُس کا فرمان ہے۔ اگر تم مجھے پیار کرتے ہو۔ تو میرے حکموں پر عمل کرو۔ اپنے دشمنوں کو پیار کرو۔ کیا میں نے ایسا کیا ہے؟ ج۔ کیا دشمنوں کو پیار کرنے کے بجائے اپنے بھائیوں کو ذلیل تو نہیں کیا؟ د کیا وہ مجھ سے خوش ہے؟ ہ میرا دل تو مجھے ملامت نہیں کرتا؟ و دینے بدلہ لینے کی کوشش تو نہیں کی۔ کیا غریبوں محتاجوں کے ساتھ میں نے خوش سلوکی کی ہے؟ کیا میں آج فرشتوں کے ہم زبان ہو کر خوشی کرتے ہوئے اس گیت کو گا سکتا ہوں۔ کہ آج میرے لئے داؤد کے شہر میں ایک نجات دینے والا پیدا ہوا۔ وہ مسیح خداوند ہے۔ ہاں وہ میرا خداوند ہے میرا مالک ہے۔ میرا آقا ہے۔ میرا سب کچھ اُس کا ہے۔

یاد رہے۔ کہ اگر میں اُسے خداوند نہیں مانتا۔ تو وُہ میرا منجی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وُہ منجی خداوند ہے۔ جب وُہ خداوند ہے تو میرے جسم کا۔ میری جان کا۔ میرے مال کا۔ میرے گھر کا ہاں وُہ میری مرضی کا بھی خداوند ہے۔

اگر ایسا ہی میں اُس کو مانتا ہوں۔ اور میری روزانہ زندگی سے اُس کی خداوندی کا اظہار ہوتا ہے۔ تب تو خوشی بجا ہے۔ ورنہ صرف ایک رسم ہے۔ جس کو ہر سال ظاہرداری کے طور پر پُورا کیا جاتا ہے۔ ؎

پیدا ہوا ہے دیکھو وُہ منجی جہان کا
مالک ہے اور آقا زمین و زمان کا

راقم واعظ

# خیالات برائے کرسمس ۱۹۲۴ء

## سوغات فرستادہ جناب چودھری جلال الدین صاحب عنبر بی۔ اے تحصیلدار

چونکہ انسانی رُوح زمینی زندگی میں فانی بدن سے وابستہ ہے اور مذہب کا کام ہے۔ کہ بیرونی رُسومات اور اثرات کے ذریعے بدن اور رُوح کی صفائی اور تنویر ہو۔ اِس لئے عید دن اور دیگر رسمیات مذہبی کا تقرر ترقیاتِ عالمِ مذہبی اور رُوحانی میں ضروری ہے۔ یہ نہائیت اچھا ہے کہ ایسے وسائلِ فضل ہم اپنی بہتری کے لئے استعمال کریں۔ با ایں ہمہ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جہاں ایسی بیرونیات ہماری صحتِ مذہبی کے لئے مفید ہیں۔ وہاں مذہبی تخیل بھی جس کا کہ براہِ راست تعلق ہماری عقل اور رُوح سے ہے۔ ضروری ہے۔ پس مناسب ہے کہ ہم اپنے خداوند کی پہلی آمد کے معنی اور مطلب کے احساس اور فہمید میں ایسا غور کریں کہ اُس سے ہماری آئیندہ زندگی متاثر ہو۔ تب عید تولد ہمارے لئے حقیقی عیدِ تولد ہوگی۔ خداوند کی آمد کا مطلب تب پُورا ہوگا۔ جب اُس کے ایک جنم سے ہزارہا دُوسرے جنم ہوں۔

(ج۔ د۔ ع)

### متی دس باب ۲۳ آیت

تم اسرائیل کے تمام شہروں میں نہ پہنچ چکے ہوگے۔ کہ ابنِ آدم آ چکے گا۔

خداوند یسوع مسیح کی پہلی آمد یہودیوں کے لئے ہُوئی۔ مسیح موعود داؤد کا بیٹا کنواری مریم سے بیت اللحم میں پیدا ہُوا۔ اُس کا ختنہ ہُوا۔ اور سب باتوں میں اُس نے شریعت کی متابعت کی۔ لیکن اس آمد کی بابت بھی اُس کے اپنے زمانے میں لوگوں کو پُورا یقین نہ ہُوا۔ شاگردوں کا سوال جب اُنہوں نے کہا کہ تیرے آنے کا کیا نشان ہوگا؟ یُوحنّا بپتسمہ دینے والے کا سوال کہ کیا جو آنے والا تھا تو ہی ہے؟ اِس امر پر دلالت کرتے ہیں۔ شاگردوں پر یا دوسروں پر یہ امر پُورے طور پر واضح نہ ہُوا کہ مسیح موعود واقعی آ چکا ہے۔ جس طرح یہودی آدمی کے لئے یہ جائز نہیں۔ کہ وہ کسی دُوسری قوم میں شامل ہو۔ اسی بنا پر مسیح خداوند نے بھی اِس امر کا اعلان کیا۔ کہ میں (موجودہ جسم میں) اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی اور کے پاس بھیجا نہیں گیا۔ تو بھی وہ ہمیشہ کی زندگی

کا کلام سناتا رہا۔ اور اُس کی محبت تمام بنی نوع انسان کے لئے رہی۔ اور بحیثیت ابن آدم ہونے کے
بقول رسول پولوس جدائی کی درمیانی دیوار کو توڑنے اور غیر قوموں کے مخالف احکام کے مٹانے کی
فکر میں رہا۔ جس کی تکمیل کے لئے اُس نے محسوس کیا کہ میرے لئے ضروری ہے کہ میں بحیثیت
ایک یہودی کے مر جاؤں۔ تاکہ کل آدمیوں کو اپنی طرف کھینچ لاؤں۔ کیونکہ یہودیت اور اُس کی
شریعت کی پابندیوں کا زور جسم پر ہی ہو سکتا تھا۔ اس طرح بحیثیت مسیح موعود کے اُس کی تردید
اور جسم کو مارنے کے لئے اُس کی تصلیب اُس کی آمد بحیثیت ابنِ آدم کے ایک پیش خیمہ تھی۔
اپنی موت سے پیشتر اُس نے اِس آمد کی نسبت ظاہر کیا کہ وہ یقینی ہے۔ اور کہ وہ اُس کے
سامعین میں سے بعضوں کی حین حیات میں واقع ہو گی۔ جیسا کہ ہماری سُرخی کی آیت سے ثابت
ہے۔ کیا مسیح نے یہ غلط بیانی کی تھی؟ نہیں بوقت صعود مسیح اس دیدنی عالم سے علیحدہ ہوا اور
بوقت نزول رُوح القدس وہ دُنیا میں رُوحانی صُورت میں یعنی ایک زندہ اور جدید طریقے پر دُنیا
میں آیا۔ اس رُوحانی آمد سے پہلے ضروری تھا کہ وہ جلال پائے جس کا مطلب یہ تھا کہ یسوع
کی انسانی رُوح رُوح القدس میں اُٹھالی جاوے۔ یعنی انسانیت کو الوہیت اپنے میں لے لیوے
اس طریق پر ابن آدم دُنیا میں آیا۔ ایسے بدن میں جس پر موت کا زور کارگر نہ ہو سکے اور جس میں
ہو کر وہ ایک ہی وقت میں ہزارہا جگہ میں کام کر سکے۔ جب تک رُوح القدس کے نزول کے ذریعے
اُس کی آمد نہ ہوئی۔ تب تک اُس کی انجیل کی منادی کا آغاز نہ ہوا۔ اس آمد کی تاریخ سے اُس کے
نام لیوا دُنیا میں اُس کا پیغام لیکر گئے۔ یہ حقائق ہیں جو آج کے دن ہمارے زیر غور ہونے چاہئیں۔
ایسے حقائق ہماری خوراک بننے چاہئیں۔ چاہیئے کہ ہم ان کو ہضم کریں۔ تاکہ اُن سے خداوند یسوع
کے تجسم کے پورے فوائد حاصل ہوں۔ رُوح القدس کے ذریعے خداوند یسوع کنواری مریم
کے پیٹ میں پڑا۔ اور آدمی بنا۔ یہودیوں کا مسیح موعود اُن کے درمیان شب و روز پھرتا رہا
وہ اپنوں کے پاس آیا۔ اور اپنوں نے اُسے رد کیا۔ پس صلیبی موت کے ذریعے وہ یہودی جسم کی
قیود سے منقطع ہو کر بذریعہ صعود تجلیل حاصل کر کے پھر اسی آمد کے سلسلے میں بذریعہ رُوح القدس
بحیثیت ابنِ آدم کے رُوحانی طور پر کل بنی نوع انسان کے لئے اپنی کلیسیا میں مجسم ہوا۔ گو
دُنیا اُس کو نہیں دیکھتی لیکن ہم اُس کو دیکھتے ہیں۔ ہمارے ایمان کی تکمیل ہوا۔ تو مضمون کا
لُب لُباب یہ ہے۔ کہ مسیح خداوند رُوح القدس کے ذریعے ہم میں مجسم ہو۔ وہ ہم میں ہمارے
گھروں میں ہماری کلیسیاؤں میں نظر آئے۔ اور اُس کا اثر ساری دُنیا میں پھیلے۔ اور وہ اُس کو

دیکھئے تب ہماری پاکیزگی اور خوشی کی تکمیل ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ مسیح کی آمد بذریعہ تولد ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اور اس میں بھی شک نہیں۔ کہ رُوح القدس کے ذریعہ اُس کا ہمارے درمیان رہنا ایک روزمرہ کا یقینی واقعہ ہے۔ اُس نے کہا کہ اگر میں نہ جاؤں تو رُوح القدس تمہارے پاس نہ آئیگا میں جاتا ہوں تاکہ تمہارے پاس آؤں۔ میں بدنی احساسات کے دائرے سے باہر جاتا ہوں تاکہ رُوح القدس کے راستے سے تمہارے پاس آؤں۔ کیا آج ہمارے درمیان مسیح ہے۔ کیا آج ابن آدم ہمارے ساتھ کھاتا پیتا۔ بیٹھتا اُٹھتا۔ چلتا پھرتا اور سوتا ہے۔ اس کی تصدیق اسی ایک بات سے ہو سکتی ہے۔ کہ کیا رُوح القدس کی حضوری ہمارے درمیان ہے یا نہیں۔ پس آؤ۔ ہم اس عید تولد پر یہ برکت حاصل کریں کہ ہم اُس سے کوئی تحفہ مانگیں۔ تو کیا وہ ہمیں رُوح القدس عطا نہ کرے گا؟

جلال الدین عنبر

# خداوند مسیح کی آمد

## اور

# فرقۂ اناث

ثمرۂ خیالاتِ عمیق جناب پادری برکت اللہ صاحب - ایم - اے -

عہدِ عتیق میں بالعموم عورات کی حیثیت ادنےٰ اور پست درجہ پر ہے - تاہم یہ امر کبھی فراموش نہیں کیا گیا تھا کہ عورت مرد کی "ساتھی" اور اس کی "ہڈیوں میں سے ہڈی اور گوشت میں سے گوشت" (پیدایش $\frac{۲}{۱۸ و ۲۳}$) ہے - عہدِ عتیق کی عورات مثلاً سارہ - ربقہ - راخل - مریم ہمشیرۂ موسےٰ - دبورہ وغیرہ کسی مرد سے ادنےٰ حالت میں نظر نہیں آتیں - کتاب استثنا میں عورات کے حقوق کی حفاظت واجبی طور پر کی گئی تھی - لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا گیا - یہودی خیالات فرقۂ اناث کی نسبت بد سے بدتر ہوتے گئے - خداوند مسیح کے ہمعصر یہود نے عورات کو آدمیوں کی جائداد اور کھلونا سمجھ رکھا تھا جب دل میں آیا بیاہ کر لیا - جتنی عورات سے جی چاہا شادی کر لی جس کو چاہا طلاق دے دی - چنانچہ کتاب استثنا کے الفاظ ($\frac{۲۴}{۱}$) کو مروڑ کر مختلف مفسرین نرالی تفسیریں کیا کرتے تھے - الفاظ زیر بحث یہ تھے "اگر کوئی مرد کوئی عورت لیکے اس سے بیاہ کرے - اور بعد اس کے ایسا ہو کہ وہ اس کی نگاہ میں عزیز نہ ہو - اس سبب سے کہ اس نے اُس میں کوئی پلید بات پائی تو وہ اس کو طلاق نامہ لکھ کے اس کے ہاتھ میں دے اور اسے اپنے گھر سے باہر کرے" اس آیت میں مفسر شمعی اور اس کے شاگرد لفظ "پلید" پر زور دیتے تھے اور اس سے "ناپاکی اور زناکاری" کا مطلب اخذ کرتے تھے - مفسر ہلیل اور اس کے شاگرد لفظ "بات" پر زور دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر کوئی مرد معمولی "بری بات" پر مثلاً بیوی کے روٹی جلا دینے پر طلاق دے تو جائز ہے - ربی عقیبہ اور اس کے شاگرد الفاظ "وہ اس کی نگاہ میں عزیز نہ ہو" پر زور دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر شوہر کو کوئی اور عورت زیادہ خوبصورت مرغوب

خاطر ہو اور پہلی اس کی نگاہ میں عزیز نہ ہو تو طلاق جائز ہے۔ ربی ہلیل کی رائے مقبول عام تھی۔ اور "پلید" سے مراد کوئی بری بات" لی جاتی تھی۔ اس ربی کے شاگرد یہی تفسیر کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ چونکہ کتاب استثنا میں زانیہ کی سزا موت ہے۔ لہٰذا آئیت بالا میں لفظ "پلید" سے مراد "زنا" نہیں بلکہ ہر قسم کی برائی مقصود ہے۔

یہود کی کتب تفاسیر (یعنی مشناہ) میں طلاق کے جواز پر مرقوم ہے کہ شوہر ذیل کے امور میں طلاق دے سکتا ہے۔ اگر عورت موسوی شریعت کی پابند نہ ہو۔ مثلاً اگر شوہر کو وہ کھانا کھلا دے جس پر دہ یکی ادا نہ کی گئی ہو۔ یا اپنے پہلے گوندھے ہوئے آٹے میں سے قربانی نہ دے یا کسی منت کو جو اس نے مانی ہو ادا نہ کرے۔ اور اگر کوئی عورت یہودی رسوم کی پابند نہ ہو مثلاً بال کھلے عوام کے سامنے نظر آجائے یا گلی کوچوں میں چرخہ کاتے یا اپنے بازو برہنہ کرے یا غیر شخص کے ساتھ گفتگو کرے یا شوہر کے سامنے اپنی ساس اور خسر کے حق میں نا سزا الفاظ منہ سے نکالے یا شوہر کے گھر میں جھگڑا کرے۔ یا اگر کوئی عورت اپنے مذہب کو تبدیل کرے یا اس میں بدنی عیوب ہوں تو وہ شوہر بلا تامل اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔

خداوند کے ہمعصر یہود عورات کو نہائیت ذلیل اور خوار خیال کرتے تھے۔ ان کا یہ مقولہ تھا۔ کہ کسی عام جگہ میں کوئی مرد کسی عورت کو سلام نہ کرے اور نہ اس کے سلام کا جواب دے۔ خواہ وہ عورت اس کی اپنی بیوی ہی ہو۔ ان کی کتب مروجہ میں یہ لکھا تھا کہ شریعت کے الفاظ کا جل جانا اس سے بہتر ہے کہ ان کو عورات کو دیا جائے" عبادت خانوں میں روزمرہ شکر گذاری کی عبادت میں یہ الفاظ پائے جاتے ہیں "اے خداوند تو مبارک ہے کیونکہ تو نے مجھے عورت پیدا نہیں کیا" یہی وجہ تھی کہ جب خداوند مسیح سامری عورت سے گفتگو کرتے تھے تو شاگرد آئے اور تعجب کرنے لگے کہ وہ عورت سے باتیں کر رہا ہے"

خداوند مسیح کی آمد نے دنیا کی کایا پلٹ دی۔ آپ نے طلاق کو منع کر دیا اور صاف فرمایا کہ "جسے خدا نے جوڑا اسے آدمی جدا نہ کرے" اور پیشینیوں کے جواز طلاق پر فرمایا کہ "موسیٰ نے تمہاری سخت دلی کے سبب تمہیں اپنی بیویوں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی" لیکن یہ الہی منشاء کے خلاف تھا۔ اسی انسانی "سخت دلی" نے بیویوں کی تعداد بڑھا کر تعدد ازدواج کو برپا کر رکھا تھا خداوند نے کثرت ازدواج کو بھی حرام و ناشروع کر دیا کیونکہ جس نے انہیں بنایا۔

اس نے ابتدا ہی سے انہیں مرد اور عورت بنایا۔" یوں ہی منجئی جہاں نے عیاشی اور فسق وفجور کا قلع قمع کردیا اور اس قباحت عظیم کی بیخکنی کردی۔

انجیل جلیل کے مطالعہ سے ہم پر یہ ظاہر ہوجاتا ہے۔ کہ منجئی عالمین عورات کی قدر ومنزلت کرتے تھے (متی ۱۲: ۴۲ وغیرہ) عورات کی روحوں کے لئے ویسے ہی فکرمند تھے جیسا آدمیوں کی رُوحوں کے لئے۔ عورات کے ساتھ ملاقات اور گفتگو کرنے میں کچھ عار نہ تھی (یوحنا ۴/۲۷) عورات کی مدد کرنا اپنا فرض خیال کرتے تھے (لوقا ۷/۳۹)۔ بدکار عورات کو منجئی کونین نے چاہ ضلالت سے نکال صراط مستقیم پر ڈالا۔ عورات کا خداوند سے ایسا اُنس تھا کہ اپنا مال ان پر فدا کرتی تھیں (لوقا ۸/۳) اور آپ کی جانکنی کے وقت جب کل خلقت خداوند کی دشمنِ جان تھی یہ فداکار عورتیں بےعزتی کی پرواہ نہ کرکے خداوند کی صلیب کے پاس کھڑی تھیں۔

مسیحیت نے فرقۂ اناث پر ابدی احسان کیا ہے۔ بیویوں کے حقوق کو واجبی طور پر محفوظ کرکے شوہروں کے ساتھ مساوات عطا کردی ہے۔ رُوحانی امور میں آدمیوں کے ہم پلہ قرار دی گئی ہیں۔ منجئی جہان عورتوں اور مردوں دونوں کے لئے کفارہ ہوئے۔ دونوں کو نجات دینے کے لئے اس دُنیا میں رونق افروز ہوئے (۱ پطرس ۳/۷ - گلتی ۳/۲۸)۔ عورت جو خداوند کی آمد سے پہلے آدمی کی ملکیت اور جائیداد خیال کی جاتی تھی۔ اب بذاتِ خود ایک شخص اور غیر فانی رُوح تسلیم کی گئی ہے۔ اعمال الرسل کے مطالعہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ عورات کی حیثیت میں کیسی عظیم الشان تبدیلی پیدا ہوگئی ہے۔ ابتدائی کلیسیا میں ہمیں نبیہ عورتیں ملتی ہیں۔ جو بغیر روک ٹوک نبوت کرتی ہیں۔ عورات دُعا میں اور عبادت میں شریک ہوتی ہیں (۱ قرنتھیوں ۱۱/۵) بعض نقاد عبرانیوں کے خط کو ایک عورت کی (پرسکلا) کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ فرقہ اناث کلیسیائی عہدوں پر ممتاز ہے (روم ۱۶/۱ - ۱ تمطا ۳/۱۱ - ۵/۲-۱۶) پانچویں صدی مسیحی میں عورات ہادئ دین اور قربان گاہوں پر پریسٹ کا کام سرانجام دیتی رہی ہیں +

بخوفِ طوالت میں اپنا مضمون یہاں ختم کرتا ہوں۔ اگر اختصار مانع نہ ہوتا تو مذکورہ بالا اور دیگر امور کا بالتفصیل ذکر کرتا جس سے ہم کما حقہٗ طور پر محسوس کرسکتے کہ خداوند مسیح کی آمد نے دُنیا میں کیسی عظیم الشان تبدیلیاں پیدا کردیں۔ دُوسروں کے حق میں تو سراسر مبالغہ ہوگا مگر خداوند عالمین کی شان میں ہی ہم کہہ سکتے ہیں

بلغ العلیٰ بکمالہٖ - کشف الدجیٰ بجمالہٖ

(برکت اللہ از نارووال)

# تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا۔

مسیحی کے ناظرین کو عید مبارک ہو۔ مسیح ہمارے لئے پیدا ہوا۔ سب کو مبارک ہو۔ فرشتے یہ سنا رہے ہیں۔ ڈرو نہیں مبارک ہو۔ کیونکہ دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری امت کے واسطے ہوگی کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہو یعنی مسیح خداوند" یہ کیسی عجیب پیدائش ہے۔ یوحنا کی پیدائش سے متفرق ہے۔ پیدا ہوتے ہی زمین پر اُسکا نام رومی رعیت کے رجسٹر میں درج ہو جاتا ہے۔ لیکن آسمانی گروہ اُسے نوع انسان کا نجات دہندہ پکار رہی ہے۔ رکھا ہوا تو وہ چرنی میں ہے۔ جہاں نہ شان ہے نہ شوکت ہے۔ بلکہ غریبی کی حالت سے بھی گرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ہر فرشتے کے ظاہر ہونے میں خداوند کا جلال ہماری طرف چمک اُٹھتا ہے جسکا کچھ کرشمہ پولوس کو دمشق کی راہ پر دکھائی دیا تھا۔" میں نے دوپہر کیوقت راہ میں یہ دیکھا کہ سورج کے نور سے زیادہ ایک نور آسمان سے میرے اور میرے گرداگرد آچمکا اعمال ۱۶:۲۶) ایسا نور جس کا ذکر زبور نویس نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ تو حشمت اور جلال کا لباس پہنے ہوئے ہے وہ نور کو پوشاک کی مانند پہنتا ہے (زبور ۱۰۴: ۱تا۲)۔ یہ بھسم کر دینے والا شعلہ نہیں۔ بلکہ تازگی بخش نور ہے۔ جو اندھیری رات میں چمک کر اس عجیب بچہ کی پیدائش کی خبر پھیلاتا ہے۔ بیچارے گنہگار انسانوں کو یہ نور کہاں نصیب۔ انکی کوتاہ چشمی اس آب وتاب کی تاب کب لاسکتی ہے۔ چکا چوندی آنکھوں میں کیوں نہ آئے۔ منبع نور سے عقل انسانی حیرت نہ کھائے تو کیا کرے۔ چمگادڑ چشم آفتاب صداقت کے طلوع ہوتے ہی تاریکی کے پردہ میں منہ چھپاتے پھرتے ہیں۔ سڑی بدبو سے بھری قبروں اور تاریک غاروں میں جا کر پناہ لیتے ہیں۔ یہ چوپان حیران نہ ہوں تو کیوں نہ ہوں۔ خوف دلگیر کیوں نہ ہوں۔ لیکن جس نجات دہندہ کی خبر وہ سننے والے ہیں۔ اُسکے مبشر اپنی بشارت

کے مطابق انکی حیرت کو دور کرتے۔ان کے خوف کو مٹاتے۔انکو تسلی دیتے اور پیغام نجات اور مژدہ حیات کے لئے ان کے دلوں کو تیار کرتے ہیں" ڈرو نہیں۔کیونکہ دیکھو۔میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری اُمت کیواسطے ہوگی۔

اے دوستو! بڑی خوشی کی خبر ہمکو ملی ہے۔غمزدہ اور خوف زدہ انسان کے لئے اس سے بڑھکر تسلی کیا ہوسکتی ہے۔کہ غم دور ہو۔خوف کافور ہو اور خوشی سے مسرور ہو۔عہد عتیق میں نبیوں نے بار بار خوشی کا ذکر کیا ہے۔اسکی امید دلائی ہے۔"تو اُمت کو زیادہ کرتا جس کی خوشی تو نے افزور (نہ) کی وہ تیرے آگے ایسے خوش ہوتے۔جیسے درو کیوقت اور غنیمت کی تقسیم کے وقت لوگ خوش ہوتے ہیں۔"لیکن یہ فصل کی خوشی سے کہیں زیادہ اور غنیمت کی تقسیم کی خوشی سے کہیں بڑھکر ہے۔یہ بڑی خوشی ہے۔اور انجیل اس بڑی خوشی میں سے شروع ہوتی ہے۔غریبوں کو جب پہلی دفعہ یہ انجیل سنائی جاتی ہے۔تو ان کے دل کی حالت اس خوشی کی شہادت دیتی ہے ان کے دل باغ باغ ہو جاتے ہیں ان کے چہرے شاداب۔وہ خوشی کی کے گیت گاتے ہیں اور دوسروں کو جا کر مژدہ مناتے ہیں۔گناہ کے لئے جو غم کرتے ہیں انکے پاس مسیح بڑی خوشی لاتا ہے کہ ابد تک اس کا ذخیرہ گھٹ نہیں سکتا۔نہ صرف غم کی مرہم ہے بلکہ دل کو حقیقی خوشی عطا کرتی ہے۔ اگرچہ شروع میں یہ خوشی ان گڈریوں کے سامنے پیش کی گئی لیکن وہ ساری اُمت کیلئے ہے۔ میرے اور آپ کیلئے ہے۔سارے جہان کیلئے ہے۔کوئی اس سے خارج نہیں کیا گیا۔جبتک کہ کوئی خود اپنے تئیں اس سے خارج نہ کرے۔"میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی ہے جو تو نے سب اُمتوں کے روبرو تیار کی ہے۔تاکہ غیر قوموں اسکی اُمت کیساتھ خوشی کریں۔ "اے ساری غیر قوموں خداوند کی حمد کرو اور ساری اُمتیں اُسکی ستائش کرو۔رومیوں ۱۵:۱۱اور یہ پیغام سبھوں کیلئے ہے۔زمین پر اُن آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے صلح۔اِسلئے آج

میں اور آپ اور سب مسیحی خواہ یہودی ہوں یا غیر یہودی ۔ خواہ کالے ہوں خواہ گورے۔ خواہ عالم ہوں یا دان ۔ مرد ہوں یا عورت ۔ دولتمند اور غریب سب اسی خوشی میں شریک ہیں اور ایک دوسرے کو آج مسیح کی پیدائش کیلئے مبارکباد دے رہے ہیں۔

" آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا ۔ نبیوں نے اس کی خبر دی تھی۔ یہ بشارت انکی پیشین گوئی کے مطابق ہے۔" ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا۔ اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا۔ آج سے لیکر دنیا کی تاریخ کے دو حصے ہو گئے۔ مسیح کی پیدائش سے پہلے کا جہان اور مسیح کی پیدائش کے بعد کا جہان پرانا جہان اور نیا جہان۔ پرانا انسان اور نیا انسان ۔ ہم انسانوں ابنائے آدم کے لئے وہ نجات دہندہ پیدا ہوا۔ خوشی مناؤ اور خوشی کرو۔ اس عجیب بچہ کی تلاش کہاں کریں۔ اس اپنے نجات دہندہ کو کہاں ڈھونڈیں " داؤد کے شہر میں۔ آج وہ پیدا ہوا ہے۔ اور داؤد کے شہر میں پیدا ہوا ہے۔ نبیوں نے اسکی خبر دی ہے۔ اور کسی جگہ وہ پیدا ہو نہیں سکتا۔ نہ صرف کاہنوں اور فقیہوں کو اس کا علم تھا کہ میکہ نہ ایسی خبر دی ہے۔ (متی ۲:۴،۶ ) بلکہ عوام الناس بھی اس سے آگاہ تھے۔ چنانچہ مقدس یوحنا ۷:۴۲ میں عوام الناس کی گفتگو سے یہ صاف مترشح ہے" کیا مسیح گلیل سے آئیگا۔ کیا کتاب مقدس نے یہ نہیں کہا کہ مسیح داؤد کی نسل اور بیت لحم کے گاؤں سے آئیگا جہاں کا داؤد تھا۔" فرشتوں کے مژدہ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ گڈریئے اس نبوت سے واقف تھے۔ اور خاص اس موقعہ پر جب اسم نویسی ہو رہی تھی۔ داؤد کے خاندان کی پستی ایسی نمودار تھی۔ کہ ہر شخص کا دل غم سے بھرا ہوگا کہ ہائے یہ شاہی خاندان اب اس پست درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ کاش کہ ابن داؤد جلد ظاہر ہو اور یہ ذلت دور ہو اور داؤدی سلطنت پھر بحال ہو::

عین اسوقت ۔ ایسی مایوسی کی حالت میں یہ خبر انکو ملتی ہے۔ کہ آج اسی شہر میں وہ پیدا ہوا ہے۔

اور فرشتے انکو نشان دیتے ہیں کہ کسطرح سے وہ اس نو یدا بچہ کی تلاش کریں۔ کیا مسیح کچھ ایسی ہی حالت میں ہم پر ظاہر نہ ہوا تھا۔ جب ہم نے اپنے پہلے مذہبوں کی ناکامیابی کا تجربہ کیا۔ جب ہماری کوششیں بے سود ٹھہریں۔ انسانی پست حالی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آگیا گناہوں کا بوجھ ہم کو کوہ گراں کی طرح گر کر کچلنے لگا کہ ناگہاں ہم کو مسیح کی خبر مل گئی۔ اور اس اُجڑی بے چراغ بستی کو آباد و روغن کر دیا۔ اور گناہ کے بوجھ سے آزاد کر دیا۔ اور ہم چپکے لگے اسکی تلاش کرنے اور بیت لحم میں جا پہنچے۔ اور اپنے خداوند مُنجی کو جا کر سجدہ کیا اور اُس کو جو جہان کی نظر میں پست اور ذلیل ہے اپنا خداوند اور نجات دہندہ مان لیا ہے۔" اس کا تمہارے لئے یہ پتا ہے کہ تم اُس بچے کو کپڑے میں لپٹا۔ اور چرنی میں پڑا ہوا پاؤ گے۔" نشان یہ ہے "چرنی میں" ایک بچہ کپڑے میں لپٹا ہوا ملیگا۔ بچہ کا کپڑے میں لپٹا ہونا تو معمولی واقعہ ہے۔ امیر و غریب کے بچے ایسے ہی لپیٹے جاتے ہیں۔ وہ ہم انسانوں کی طرح معمولی انسان بنا۔ یہ کپڑے جن میں لپٹا ہے وہ ہماری بیکسی اور کمزوری کا نشان ہیں۔ جو ہر فرد و بشر کا حصہ ہے۔ (حزقیل ۱۶:۴) لیکن غیر معمولی نشان چرنی ہے۔ وہ ناپاک۔ میلی۔ گندہ چرنی۔ جو مویشیوں کے حسب حال ہے۔ انسانوں کے لیے کیسی غریبی کیسی فروتنی کا نشان ہے۔ اسکی نظیر نظر نہیں آتی۔ اور چونکہ گڈریئے اصطبل اور چرنی سے مانوس تھے اس لئے یہ شان و شوکت خاص ان کے لئے حوصلہ افزا تھا۔ تم اُس کے نزدیک جا سکتے ہو۔ وہ دنیاوی شان و شوکت کے ساتھ نہیں آیا۔ جیسے دریا بلند پہاڑوں سے اترتا ہے اور میدان میں پستی میں بہنے لگتا ہے تاکہ ادنیٰ سے ادنیٰ اور پست سے پست و حیوان اس سے پیاس بجھائیگے بلکہ اتنا پستی میں بہتا ہے کہ حیوانوں اور انسانوں کو جھک کر پانی پینا پڑتا ہے۔ یہی حال اس بادشاہ عظیم کا ہے کہ ایسا پست اور فروتن بنکر آتا ہے کہ پست سے پست اور غریب سے غریب لوگوں کو بھی اُس تک پہنچنا ذرا کسر شان

معلوم ہوگا۔واہ بڑی بلندی واہ بڑی پستی۔ واہ کیسا قیمتی خزانہ آسمان سے اتر کر زمین میں دفن کیا جاتا ہے۔اور یہ خزانہ میرے اور آپ کے لئے ہے تا کہ ہم اُسکے ذریعہ دولتمند اور غنی بن جائیں۔ سچ مچ آسمان کی بادشاہت اُس خزانہ کی مانند ہے جو کھیت میں گڑا ہے۔جسے ایک شخص پا کے چھپا دیتا ہے اور خوشی کے مارے جا کے اپنا سب کچھ بیچ کر اس کھیت کو مول لیتا ہے۔ یا وہ اس سوداگر کی مانند ہے اور خوشی کے مارے جا کے اپنا سب کچھ بیچتا اور اُس کھیت کو مول لیتا ہے۔ یا وہ اُس سوداگر کی مانند ہے جو قیمتی موتیوں کی تلاش میں ہے۔ جب اُس نے ایک بیش قیمت موتی پایا تو جا کے جو کچھ اُس کا تھا سب بیچ ڈالا اور اُسے مول لیا۔اس لئے اس بچہ کی پیدائش پر وہ گیت گایا جاتا ہے۔ جو کسی بادشاہ کی پیدائش پر کبھی گایا نہیں گیا۔یہ بچہ ان کپڑوں میں لپیٹا ہے۔یا رازالہی ان میں چھپا ہے۔جسے فرشتے شوق سے جھانک جھانک کر دیکھ رہے ہیں اور پکار پکار کہہ رہے ہیں۔ عالم بالا میں خدا کا جلال ۔ آؤ ہم بھی اسی طرح مسیح کی تلاش کریں۔ تن من دھن کو اس پر قربان کریں اور اسکی حمد و ستائش کے گیت گا کر اس گنبد گردوں کو گونجاویں۔آمین۔

# بڑا دن

بڑا دن مسیحی دنیا کا سب سے بڑا تہوار ہے۔یہ وہ دن ہے جب خداوند مسیح اس دنیا میں انسان اور خدا کے درمیان مصالحت کرنے اور اول الذکر کو گناہوں سے نجات دلانے کی غرض سے تولدت پذیر ہوئے تھے۔اناجیل سے ظاہر نہیں ہوتا ۔ کہ خداوند کس دن اور کس مہینے میں پیدا ہوئے تھے۔مگر مسیحی مورخوں اور فاضلوں نے بڑی تحقیقات کے بعد یہ قرار دیا ہے۔ کہ وہ ۲۵ ۔دسمبر کو پیدا ہوئے تھے۔اگر سالوں مہینوں ۔ہفتوں اور دن کی تقسیم کا لحاظ کیا جائے۔ جب تو ۲۵ ۔دسمبر شاید تمام سال میں ایک چھوٹا دن ہوتا ہے۔مگر خداوند مسیح کی پیدائش مبارک سے یہ دن سب سے بڑا یعنی مبارک خیال کیا جاتا ہے۔اُس دن وہ شخص پیدا ہوا تھا۔جس نے بقول نپولین "اعظم" زمانہ کی رو کا رخ بدل ڈالا۔تمام صدیوں پر حادی ہو گیا۔ (اپنا سن ، سال چلایا) عظیم ترین اشخاص کے درمیان مقدس ترین ۔اور موخرالذکر کے مابین اوّل اغذ کرے کئی درجے بڑھ چڑھ کر تھا۔اور جس نے اپنے چھدے ہوئے ہاتھوں سے سلطنتوں کے بند جوڑ جدا کر دیئے۔اور اپنی سلطنت ابدالاباد کے لئے انسان کے دلوں میں قائم کی::"

# بزرگ پرستی

انسان طبعاً بزرگ پرستی کا شیدا ہے۔ اس کی زندگی میں جو اہم اور انقلاب خیز واقعات پیش آتے ہیں۔ ان کی یاد اس کے دل میں مرتے دم تک تازہ رہتی ہے اور وہ اس دن کو خاص طور پر یاد رکھتا ہے۔ جب وہ سالانہ ایام کے سلسلہ میں چکر کھا کر آتا ہے۔ تو اُس خوشی یا رنج کا اظہار کرتا ہے۔ ماں کو دیکھو۔ جس دن اُس کا پہلوٹھا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ کیسی خوشیاں مناتی ہے۔ اور ہر سال جب وہ دن آتا ہے۔ تو اس کی یاد میں ضیافتیں کرتی ہے۔ اپنے لختِ جگر کو کوئی نہ کوئی تحفہ دیتی ہے۔ جب کسی کا بچہ خدانخواستہ مر جاتا ہے۔ تو وہ دن اسے کس درد اور رنج کے ساتھ یاد آتا ہے۔ انسان کی زندگی میں کئی اہم واقعات پیش آتے ہیں۔ سب سے بڑی پیدائش اور موت کے واقعات ہیں۔ اس کی زندگی میں وہ دن بھی بڑا انقلاب خیز اور قابلِ یاد ہے۔ جب وہ اپنی خود غرضی اور تجرد کو خیر باد کہکر بھری گرجا کو سامنے اصوم معامی رسوم کے ساتھ کسی نیک بخت کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ اور اپنی راحت و آسائش اور اپنا گھر بار اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ وہ شادی کا دن ہوتا ہے۔ اس کی یاد میں بعض خوش نصیب میاں بیوی پانچوں۔ دسویں۔ پندرھویں۔ بیسویں۔ پچیسویں۔ پچاسویں اور ساٹھویں سال بڑے کروفر سے جوبلیاں کرتے ہیں۔ اپنے عزیزوں اور دوستوں کو مدعو کر کے خوب خوشیاں مناتے ہیں۔ مگر خوشی کی ضد رنج ہے ایک اور اہم واقعہ میاں بیوی کی ابدی مفارقت ہے۔ جو مدت دراز نہیں بھول سکتی۔ بلکہ بعض با وفا۔ نیکدل اشخاص رنج و غم کو اپنا مونس و مددگار بنا لیتے۔ اور اسی کے ساتھ زندگی گزار دیتے ہیں۔ جو واقعات افراد کی زندگی میں پیش آتے ہیں۔ وہ اقوام کی زندگیوں میں بھی آتے ہیں۔ کیونکہ قوم صرف افراد کا مجموعہ ہے۔ انگلستان والوں کے کئی قومی تہوار ہیں۔ مثلاً ملک الشعرا شیکسپئر کی سالگرہ۔ جنگ جبرالٹر کا دن۔

ہمارے ہاں دوسہرہ یعنی رام لیلا کا تہوار اسی قسم کا ہے۔ کو اس کی غائت دیگر تہواروں سے مختلف ہے۔ سب قوموں میں کوئی بزرگ کی پیدائش کا دن اس لئے خوشی کرنے کا دن ہوتا ہے۔ کہ اس کی ذات سے کسی فرقہ یا گروہ یا قوم کو فائدہ پہنچ چکا ہے۔ ہر سال ۴۔ جولائی کو اہل امریکہ بڑی دھوم دھام سے اس وجہ سے خوشیاں منایا کرتے ہیں۔ کہ اُس تاریخ کو انہوں نے ایک غیر حکومت سے خود کو آزاد کیا تھا۔ مسیحوں کے نزدیک ۲۵ دسمبر اس واسطے مبارک اور خوشی منانے کا دن ہے۔ کہ اُس روز خداوند قادر مطلق نے اپنا اکلوتا بیٹا اس دنیا میں بھیجا تھا۔ کہ وہ ہمارے گناہوں سے ہمیں پاک کر کے والد سماوی سے ہمارا ملاپ کر دے۔ واقعی اُس نے ہم پر بہت ہی بڑا احسان کیا ہے۔ جس کا شکریہ کروڑوں زبانوں سے ادا نہیں ہوسکتا۔ صرف یہی ہوسکتا ہے کہ ہم اُس کی محبت قبول کر کے اس کا اظہار کریں۔ اور اُس کی بادشاہت کو اس دنیا میں قائم کر کے اس کا جلال ظاہر کریں۔

جتنی برکتیں اور نعمتیں خداوند نے گنہگار اور نالائق انسان کو عطا کی ہیں۔ ان سب سے بڑی برکت ازلی زندگی ہے۔ جسے خداوند مسیح کے وسیلہ سے ایماندار حاصل کرتا ہے۔ اس کے وسیلہ سے خداوند نے اُس محبت کا اظہار ہم پر کیا۔ جو وہ اپنے خطادار اور نافرمانبردار بچوں کے واسطے اپنے دل میں رکھتا ہے۔ بیت الحم کی چرنی میں الٰہی محبت مجسم ہوئی۔ مسیح نے انسانی جامہ پہنا۔ تا کہ باپ کی محبت بے انتہا انسانوں پر ظاہر کرے۔ نہ صرف محبت ظاہر ہوئی۔ بلکہ نور اور روشنی اور حیات ابدی بھی ظاہر کی گئی۔ مسیح نے اپنے تجسم اور مولود مبارک سے مغائرت اور دوگی کے اُس پردہ کو چاک کیا۔ جسے اُس نے خدا کو انسان کی نظر سے اوجھل کئے ہوئے تھا۔ اُس نے اُس سکوت کی مہر کو توڑا اور باپ کا پیارا کلام سنایا جسے سے گنہگار انسان مدت دراز سے محروم تھا۔ باپ کو کسی نے نہیں دیکھا ہے مگر بیٹے نے جو اُس کی گود میں

ہے باپ کو ظاہر کیا ہے۔فیلبوس سے مخاطب ہو کر خداوند نے کہا۔جس نے مجھے دیکھا ہے۔ اُس نے باپ کو دیکھا ہے۔"

بڑا دن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ جس طرح باپ اور بیٹا ایک ہیں اور بیٹے نے تمام دنیا کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر اٹھایا ہے۔اور اتنے بڑے ایثار سے کام لیکر مصلوب ہوا تھا۔چاہئے کہ ہم بھی جو اُس کے پیرو ہونے کے دعویدار ہیں۔اُس کی برادرانہ محبت اور یگانگت کا اظہار کریں۔ وہ سب کو اپنے بھائی سمجھتا ہے۔آؤ ہم بھی اس کی تقلید کریں اور بلا امتیاز ایک دوسرے سے الفت کریں۔ادنیٰ و اعلےٰ کا امتیاز نہ کریں۔سب کو اپنے بھائی تصور کریں۔اور اُن کے ساتھ ویسا برتاؤ کریں۔پولوس کہتا ہے۔"جس کے اندر مسیح کی رُوح نہیں ہے۔وہ اس کا نہیں ہے۔" ہماری مسیحی سیرت اور محبت ایسی ہو۔جیسی سورج کی روشنی۔جو ہر جگہ یکساں چمکتی ہے خواہ بادشاہ کا محل ہو یا مہتر کا جھونپڑا۔برادرانہ اور نیک برتاؤ ایسا ہو۔جیسا مینہ جو زرخیز اور بنجر۔ خشک ریتیلے اور سرسبز و شاداب وادی میں مساوی پڑتا ہے۔خداوند مسیح نے کہا۔اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو۔تو میرے احکام پر عمل کرو۔میں ایک نیا حکم دیتا ہوں۔وہ یہ ہے۔کہ ایک دوسرے سے محبت رکھو::

ناظرین اگر سال رواں بے پروائی میں گزرا ہے۔تو آنیوالے سال کے شروع سے قصد کرلو۔ کہ اپنے قول و فعل اور زندگی سے اس کا جلال اور محبت ظاہر کرینگے۔جس نے ہمیں ایسی شاندار آزادی اور بیش بہا ابدی زندگی عطا کی ہے۔اور جس کی سالگرہ کے یاد میں ہم بڑا دن

مناتے اور خوشیاں کرتے ہیں:؛ (جے۔آر۔آر)

بڑا دن اور بچے"ہم ان ننھے بچوں کو پیار کرتے ہیں۔اور یہ بھی جو خدا کے ہاں سے تازہ دم ہمارے پاس آتے ہیں۔ہمیں پیار کرتے ہیں۔اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے تو (چارلس ڈکنس)

# نئے سال کا تحفہ

از ڈاکٹر۔ آئی۔ یلو۔ ناصر لاہور

۱۔ بائیبل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں سال کے پہلے مہینے کی ایک خاص منزلت تھی۔ جس وقت اسرائیلی لوگ ملک مصر سے نکلنے کی تیاری کر رہے تھے خدا نے اُس مہینے کو اُن کے سال کا پہلا مہینہ ٹھیرایا (خروج ۱۲: ۲) اور پھر اُسی مہینے کی چودھویں تاریخ فسح کی عید منانے کے لئے مقرر کی (خروج ۱۲: ۱۸) تاکہ مصر کی غلامی سے آزاد ہونے کی یادگاری قائم کی جائے۔ اور سال بسال فسح کا برہ اُن کو یاد دلایا کرے کہ جب خدا نے ملک مصر کے پہلوٹھوں کو مارا تو برے کے خون کے نشان نے اُن کو ہلاک کرنے والے فرشتے کی تلوار سے محفوظ رکھا۔ یہ عید اُن کو ہر سال منانی پڑتی تھی۔ مگر خدا کا شکر ہو کہ ہم کو جو شیطان کی غلامی سے چھُوٹ گئے ہیں قربانی بار بار چڑھانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہمارے سردار کاہن نے ایک بار اپنے آپ کو قربان کر کے ہمیشہ کے لئے ہمارے گناہوں کا کفارہ دیدیا ہے۔ اس لئے ہم سال کے پہلے مہینے میں خدا کے اس بے بہا فضل کے لئے اُس کا شکر کریں۔

۲۔ جب شاہ حزقیاہ نے بنی اسرائیل میں اصلاح شروع کی تو اُس نے پہلے مہینے کی پہلی تاریخ کو خداوند کے گھر کے دروازوں کو کھولا اور اُن کی مرمت کی (۲ تواریخ ۲۹: ۳) یہ نوروز دل کے دروازے کھولنے کا دن ہے تاکہ یسوع بادشاہ ہمارے دل کے اندر داخل ہو کر سال بھر بلکہ عمر بھر ہماری زندگی کا بادشاہ ہو۔

۳۔ اسی نوروز پر جلاوطنی سے واپس آنے کے بعد عزرا کے زیر انتظام یہودیوں کی ایک پنچائیت نے تجویز کیا کہ جن لوگوں نے اجنبی عورتیں بیاہ لی تھیں اُن کو چھوڑ دیا جائے اور انہوں نے قسم کھا کر اقرار کیا کہ ہم اپنی بیویوں کو طلاق دیں گے اور پھر اپنے گناہ کا کفارہ دیا (عزرا ۱۰: ۷ و ۱۸) اس نئے سال میں ہر ایک شخص اپنے دل میں ارادہ باندھ لے کہ اگر کوئی ناپاک خیال میرے دل میں ہے یا میں کسی گندی علت میں مبتلا ہوں تو میں ہمیشہ کے لئے اُس کو چھوڑ دونگا۔ اور آئندہ کے لئے شیطان کے حملوں سے بچنے کے لئے مسیح کی آڑ میں پناہ لوں گا۔

۴۔ پھر جب خدا کی ہیکل مدت تک بند رہنے کے سبب سے غلیظ حالت میں تھی

تو لکھا ہے کہ کاہن خداوند کے اندرونی گھر میں اس کے پاک کرنے کو داخل ہوئے اور وہ ساری نجاست کو جو خداوند کی ہیکل میں موجود تھی باہر لائے اور اُسے اُٹھا کر قدرون کے نالے میں ڈال دیا۔ اور پہلے مہینے کی پہلی تاریخ کو اُنہوں نے تقدیس کا کام شروع کیا (۲ تواریخ ۲۹: ۱۶ و ۱۷) یہی کام ہم کو اس نئے سال کے شروع میں کرنا ہے۔ اگر ہم نے مدت سے اپنے دل کی صفائی کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور اپنی غفلت سے اُس میں نجاست جمع ہونے دی ہے تو آج اُس کو اچھی طرح سے پاک کر کے سارے کوڑے کرکٹ کو اُس نالے میں ڈال دیں جو کلوری پہاڑ سے نکلتا ہے۔ اگرچہ ہیکل کی صفائی سال کے شروع میں کی گئی تو بھی ضرور تھا کہ روز بروز اس کو صاف کیا جائے۔ اور گرد و غبار اُس میں جمع ہونے نہ پائے۔ یہی خیال اس نئے سال میں ہمارے سامنے رہے کہ ہمیں ایک بار پاک ہو کر غافل نہیں ہو جانا چاہیے۔ بلکہ ہم خدا کی مدد سے اس سال میں ہر روز اپنے دل کو صاف و پاک رکھیں۔

(ناصر)

# نیا سال مُبارک ہو!

## اَبکے بھی دن بہار کے یُونہی گذر گئے گیا ۔

(از قلم جناب پادری رحمت مسیح صاحب واعظ۔ بلبل نوروز قادرِ الکلامی و شیریں بیانی)

---

دردکا وقت گذرا۔ گرمی کے ایام تمام ہوئے۔ اور ہم نے رہائی نہیں پائی۔ میری قوم کی بیٹی کی شکستگی کے سبب میں شکستہ دل ہُوا۔ مَیں کُڑھتا رہتا ہوں۔ حیرت نے مجھے آلیا۔ کیا جلعاد میں روغن بلسان نہیں۔ کیا وہاں کوئی طبیب نہیں۔ میری قوم کی بیٹی کیوں بحال نہیں ہوتی۔ یرمیاہ ۸/۲۰-۲۲

شاہان یہودیہو یقیم اور صدقیاہ کا زمانہ نہایت ہی تاریک زمانہ تھا۔ ہاں سخت مُصیبت کا زمانہ تھا۔ بُت پرستی اور یہودی شریعت سے بے پروائی حد سے گذر گئی تھی۔ شاہ سے گدا تک یکساں حال تھے۔ جیسا کہ یرمیاہ ۷/۸-۱۵ میں مرقوم ہے۔ خداوند فرماتا ہے۔

دیکھو کہ تم جھوٹی باتوں پر جو سُود مند نہیں ہو سکتیں۔ اعتماد کرتے ہو۔ کیا تم چوری کرو گے؟ خون کرو گے۔ زنا کاری کرو گے۔ جھوٹی قسم کھاؤ گے۔ اور بعل کے آگے لوبان جلاؤ گے اور غیر معبودوں کی جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔ پیروی کرو گے۔ اور میرے حضور اس گھر میں جو میرے نام کا کہلاتا ہے۔ آکے کھڑے ہو گے۔ اور کہو گے کہ ہم نے خلاصی پائی۔ تاکہ یہ سب نفرتی کام کرو گے۔ کیا یہ گھر جو میرے نام کا کہلاتا ہے۔ تمہاری آنکھوں میں چوروں کی کھوہ ہے۔ دیکھ خداوند کہتا ہے۔ مَیں نے یہ دیکھا ہے۔ پس اب میرے اُس مکان میں جو سیلا میں تھا۔ جس پر مَیں نے پہلے سے اپنے نام کو قایم کیا تھا۔ جاؤ اور دیکھو۔ کہ میں نے اپنے گروہ اسرائیل کی بُرائی کے سبب اُسے کیا کیا۔ اور اب اسی لئے کہ تم لوگوں نے یہ سب کام کئے خداوند کہتا ہے۔ اور مَیں نے سویرے اُٹھ کے تم کو

کہا۔ اور کہتا ہی رہا۔ پر تم نے نہ سُنا۔ اور مَیں نے تمہیں بُلایا۔ پر تم نے جواب نہ دیا۔ سو مَیں اس گھر سے جو میرے نام کا کہلاتا ہے۔ جس پر تمہارا اعتماد ہے۔ اور اس مکان سے جسے میں نے تمہیں اور تمہارے باپ دادوں کو دیا۔ وہی کروں گا۔ جو میں نے سیلا سے کیا ہے۔ اور مَیں تمہیں اپنے سامنے سے نکال دونگا جس طرح سے میں نے تمہاری ساری برادری افرائیم کی کل نسل کو نکال دیا ہے۔

کلیسیا کی یہ حالت دیکھ کر یرمیاہ آہ و نالہ کرتا ہے کیونکہ اُس کی آنکھیں کُھلی تھیں۔ اُن بدکاریوں کے سبب جو مصیبت قوم پر آنے والی تھی۔ پیش بینی سے دیکھتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ کس طرح اس شہر اور اس قوم کو تباہ و برباد کرنے کے واسطے بابل کی فوجیں آ رہی ہیں۔ اُس کے گھوڑوں کے فراٹے کی آوازوں سے سُنی جاتی ہے۔ اُس کے بھاری بدن والے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سے تمام زمین کانپ گئی۔ وہ آئے اور زمین کو اور سب کچھ جو اُس میں ہے اور شہر کو بھی اُس کے باشندوں سمیت سب کچھ نگل جاتے۔ یرمیا ۱۴/۸ یرمیاہ قوم پرست تھا۔ قوم کی ہمدردی میں ایسا رنگا ہُوا تھا۔ کہتا ہے اے کاش میرا سر پانی ہوتا۔ اور میری آنکھیں آنسوؤں کا سوتا۔ تب مَیں اپنی قوم کی بیٹی کے مقتولوں پر دن رات روتا ۹/۱ جو دکھ جو مصیبتیں قوم پر آنے والی ہیں۔ گناہوں اور بغاوتوں کے سبب وہ اُن کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ آہ اُس مردِ خدا کی جان کیسی مصیبت میں ہے۔ کہتا ہے کاش کہ میرے لئے بیابانوں میں مسافروں کے رہنے کا مکان ہوتا۔ تو مَیں اپنی قوم کو چھوڑ دیتا اور ان میں سے نکل جاتا ۹/۲ کیونکہ مجھ سے ان کا دُکھ دیکھا نہیں جاتا۔

عبرت کے واسطے اُن کو سیلا کی بربادی کا نقشہ دکھایا جاتا ہے۔ پس میرے اُس مکان میں جو سیلا میں تھا۔ جس پر میں نے پہلے اپنے نام کو قائم کیا تھا۔ جاؤ اور دیکھو۔ کہ میں نے اپنے گروہ اسرائیل کی بُرائی کے سبب کیا کیا ...... اِس مکان سے بھی میں وُہی کروں گا۔ جو میں نے سیلا سے کیا۔ میں تمہیں اپنے سامنے سے نکال دونگا۔ جس طرح سے میں نے تمہاری ساری برادری اور قوم کی کل نسل سے کیا۔ اُن کی آنکھوں کے سامنے ایسے عبرت ناک واقعات ہو چکے تھے۔ تب بھی یہود نے عبرت حاصل نہ کی۔ بدیوں سے باز نہ آئے۔ اُن کی ایسی بے پروائی اور گردن کشی کے سبب خداوند یرمیاہ سے فرماتا ہے۔ تو اس قوم کے واسطے دُعا مت مانگ اور اُن کے واسطے آواز بلند مت کر اور نہ منت کر اور مجھ سے شفاعت نہ کر۔ مَیں تیری نہ سُنوں گا۔ آہ یرمیاہ جیسے مرد دعا اور قوم پر مرمٹنے والے شخص کے واسطے یہ پیغام کیسا دکھ اور نا امیدی کا پیغام ہے۔ خداوند فرماتا ہے کہ میں تیری نہ سنوں گا۔ کلیسیا کی حالت جب اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ تو خادمانِ دین جو

یرمیاہ کی طرح کے ہوتے ہیں۔ واقعی بڑی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اُن کی جان ضیق میں ہوتی ہے۔ ایک طرح وہ اپنی جان سے تنگ آجاتے ہیں۔

یرمیاہ کہتا ہے۔ درو کا وقت گذر گیا۔ موسم بہار آیا اور ختم ہُوا۔ جاڑے میں ہم اُمید کرتے ہیں۔ کہ بہار آتے ہی ہم مخلصی پائینگے۔ مگر آہ اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے۔ کیا یہی حالت ہماری نہیں۔ روز روز بہتر دنوں کی انتظار کرتے ہیں۔ کنونشین اور ریوائیول میٹنگز ہوتی ہیں۔ مگر حالت کیا ہے۔ ہر روز بدتر مرے بینگن والا معاملہ ہے۔ مجھے ایک مسیحی بھائی نے لکھا کہ جتنی زیادہ کنونشینیں ہوتی ہیں اُتنی ہی زیادہ بدی اور مادّہ پرستی بڑھتی جاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آسمان کے دروازے بند ہیں۔ مخلصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ جس طرح ملکی اور سیاسی معاملات اُلجھن میں پڑے ہیں۔ کلیسیا کی حالت اُس سے بھی بدتر اُلجھنوں میں پھنسی ہُوئی ہے۔ مذہب اور دین یورپ میں برائے نام تھا۔ مگر اب وہ بھی جاتا نظر آتا ہے۔ اُسی کی پیروی ہندوستان کی کلیسیا بھی کر رہی ہے۔ مغرب میں مسیحیت اب برائے نام ہے۔ مسیح کی اعجازی پیدائش۔ معجزات۔ جسم کی قیامت۔ عروج سماصرف وہم وخیال ہو رہا ہے۔ کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ کوئی نہ کوئی مصیبت کلیسیا پہ ضرور آنے والی ہے۔ کیا کلیسیا میں کوئی یرمیاہ نہیں جو سفارشی دعائیں کرے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے سیلا کی طرح بلجیم کے عالیشان سر بفلک گرجے خاک میں مل گئے۔ افرائیم کی طرح بلجیم۔ پولنڈ۔ سرویا برباد ہو گئے۔ ہماری آنکھیں نہ کھلیں۔ کلیسیا کو عبرت نہ آئی۔ بلکہ اور بھی سخت دل ہو گئی۔ اور خداوند سے باغی۔ وہی بے پروائی۔ وہی ناچ رنگ۔ وہی عیش وعشرت۔ اتوار کو گرجے خالی۔ جنگل میں منگل منائے جاتے ہیں۔ کیا وہ زمانہ آگیا ہے کہ بے دینی کے بڑھ جانے سے بہتوں کی محبّت ٹھنڈی ہو جائے گی۔ کیا ابن آدم زمین پہ آکے ایمان پائے گا۔ خود غرضی کا زمانہ ہے۔ خود انکاری کی زندگی مفقود۔ محبّت عنقا۔ خدا کے گھر کا شوق ندارد۔ کال۔ مری۔ بھونچال۔ سیلاب۔ قوموں کی بے چینی سب پس میں مار دھاڑ۔ خداوند فرماتا ہے۔ کہ اگر تم بھی توبہ نہ کرو۔ تو سب اسی طرح ہلاک ہو گے۔

یرمیاہ حیران ہے۔ کہ کیوں میری قوم کی بیٹی شفا نہیں پاتی۔ جس حال کہ جلعاد میں روغن بلسان موجود ہے۔ اس روغن سے ہر قسم کے زخم اور گھاؤ درست ہو جاتے ہیں۔ کیا کوئی حکیم نہیں۔ جو مرض کی تشخیص کرے۔ کیا اس وقت کلیسیا کے درمیان کوئی علاج کرنے والا نہیں۔ ہاں ہیں تو بہت جیسے کلیسیا یہود میں یرمیاہ اور دیگر انبیاء تھے۔ اور روغن بلسان بھی موجود ہے۔

مگر جس طرح یہود سخت دل اور دُنیا پرست ہو رہے تھے - وہی حال آج مسیحی کلیسیا کا ہے - مرض ظاہر ہے - روغن بلسان خداوند یسوع کا خون موجود ہے - مگر بے پروائی اور دُنیا کی محبت توبہ کی طرف مائل ہونے نہیں دیتی - جب یہ صُورت ہے - تو صحت کیسے ہو - موسم آتا ہے - کنونشن ہوتی ہیں - مگر نتیجہ وہی - ابکے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے -

۱۹۲۴ء میں کیسے کیسے عبرت ناک واقعات دُنیا میں گذرے ہیں - مگر ہماری سخت دلی میں کوئی فرق نہیں آیا - کسی تنبیہ کی تاثیر ہم پر نہیں ہوئی - یہی وجہ ہے کہ ہماری دعائیں بے تاثیر ہیں - ہماری سخت دلی کی وجہ سے خدا اپنے بندوں کی نہیں سنتا - کیا ہماری حالت اُس درجہ تک پہنچ گئی ہے - کہ اس قوم کے واسطے دُعا مت مانگ - آہ یہ تو نہایت ہی مصیبت و دُکھ و ناامیدی کا پیغام ہے - خدا نہ کرے - کہ یہ پیغام ہمارے واسطے ہو اور بابل کا کوڑا ہم پر آ کر پڑے - اور ہم برباد ہو جائیں - بے شک خدا صابر ہے - اور صبر کرتا ہے - مگر ہر حال میں وہ معاف نہ کرے گا - لیکن ایسا نہ ہو - کہ ہمارا پیمانہ لبریز ہو جائے - اور یہ پیغام یرمیاہ کی معرفت ہم کو ملے -

خداوند نے مجھے فرمایا - کہ اس قوم کے واسطے دعا مت مانگ - کہ اُن کی خیر ہو کیونکہ جب وہ روزہ رکھیں - میں اُن کا نالہ نہ سُنوں گا - اور جب وہ سوختنی قربانیاں اور ہدیئے گذرانیں - میں قبول نہ کروں گا - بلکہ تلوار - کال اور وبا سے اُنہیں ہلاک کرونگا $\frac{۱۴}{۱۲ \text{و} ۱۱}$ -

پیارے مسیحی ناظرین ۱۹۲۴ء گذر گیا - اب ۱۹۲۵ء کا آغاز ہے - کیا شخصی طور پر ہم میں سے ہر ایک کہہ سکتا ہے - کہ اے خدا تیرا شکر ہو کہ تو نے مجھے نجات بخشی - اور میں نے اپنی زندگی میں موسم بہار کی خوشیاں دیکھیں - ممکن ہے کہ ہم میں بہت سے ایسے بھی ہوں - جو دست تاسف ملتے ہُوئے - ۱۹۲۴ء کو یاد کرتے ہُوئے یہ کہہ رہے ہونگے

اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

راقم واعظ

مسیح میں آپ سب کی سلامتی ہو۔

کرسمس کے موقعہ پر یہ کتاب خادم الدین کی خدمت پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

کتاب میں سکین شدہ مواد شامل ہے۔

ہدیہ کتاب 300 روپیہ ہے۔

اپنی کاپی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں۔

واٹس آپ نمبر۔

0060183603164

پادری مائیکل جوزف۔